www.kitaabpoint.blogspot.com

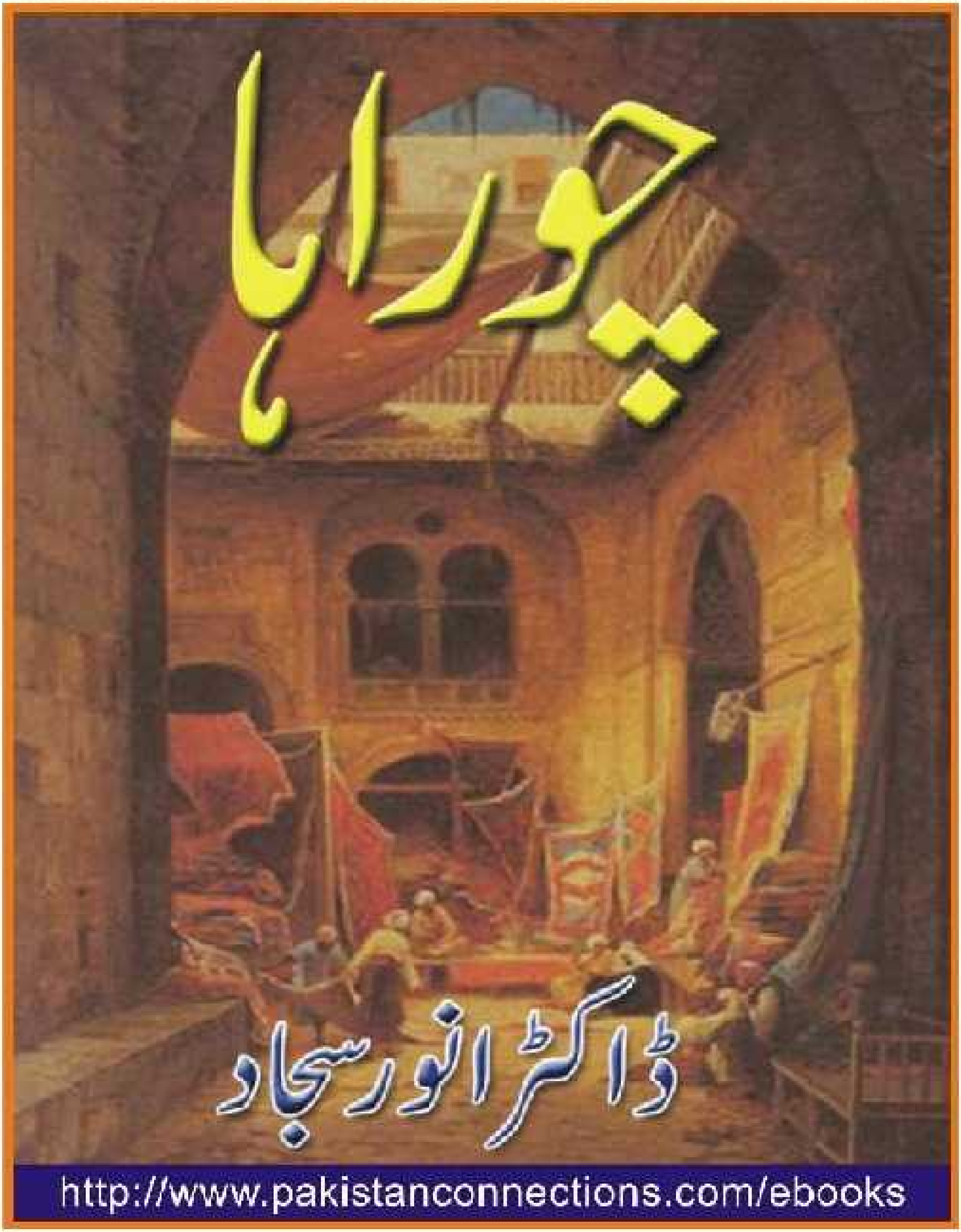

www.kitaabpoint.blogspot.com

چوراہا

(افسانے)

ڈاکٹر انور سجاد

www.kitaabpoint.blogspot.com

پیپل سے محبت کے ساتھ

اس وقت مال روڈ ویران ہوگئی ہے۔اونگھتی ہوئی نیلی اور پیلی روشنیوں میں اکا دکا آوارہ چند لوگ ہیں' جو اپنے غنودگی میں ڈوبے ہوئے سایوں کا پیچھا کر رہے ہیں۔ جب روشنی ان کے سامنے ہوتی ہے تو سائے ان کا پیچھا کرنے لگتے ہیں۔مصنوعی روشنیوں میں زندگی کی ایسی دوڑ بھی میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔

میں ہر روز کی طرح اس وقت بھی پیپل کی وسطی شاخوں میں سے ایک پر اپنے گھونسلے میں تنہا بیٹھی ہوں۔ ہمسایوں کے گھونسلے سب کے سب خالی ہیں یہ بھی سب شاید وہیں گئے ہیں جہاں ہر روز تم شام ہوتے ہی چلے جاتے ہو۔صرف نمبر تین درخت کے فلیٹ نمبر' معافی چاہتی ہوں' گھونسلا نمبر دو میں ایک بیچاری انڈوں پر بیٹھی مستقبل کے سنہرے خواب دیکھ رہی ہے۔اگر اس کے پاس انڈوں کی گداز گدی نہ ہوتی تو وہ گھونسلا بھی خالی ہوتا۔دن رات یہاں بیٹھے بیٹھے میرے جوڑ جوڑ میں درد بھر گیا ہے۔کچھ تو تمہارے انتظار کے باعث اور کچھ ناریل کے کھردرے بالوں کے باعث جو تم ہالی وڈ فرنیچر کی دکان میں پرانے پھٹے ہوئے صوفے سے نکال کر لائے تھے۔جوڑ تو جوڑ میرے دماغ کو بھی گنٹھیا ہوگیا ہے' مجھے اپنا پرانا' اصلی گھر جو یاد آتا رہتا ہے جو نرم نرم گھاس اور کھیتوں میں بکھری کپاس سے بنا ہوا تھا۔تم مجھے وہاں سے کیوں لے آئے؟ تم نے کاہنے کا چھے پر چھائے ہوئے صاف وشفاف سے سائبان کی نیلاہٹوں کو سر کے ایک جھٹکے کے ساتھ کیوں فراموش کر دیا۔ڈیزل کے دھوئیں سے اٹے ہوئے بیمار آسمان نے اپنا تمام سرمئی غبار میرے پھیپھڑوں میں بھر دیا ہے۔پھر تمہیں شکایت شکوہ رہتا ہے کہ میں ہر دم کھانستی ہوں۔شاید تم میری کھانسی کی وجہ سے گھر نہیں آتے کہ خدانخواستہ تمہیں بھی....... لیکن جان' اگر تم میرے پاس رہو تو مال روڈ کے اس درخت پر رہتے ہوئے بھی نہ کھانسوں' کھانسی کو دبا کر دم سے مر جاؤں۔

میرے اچھے چڑے' جب تم چلے جاتے ہو تو میرے پاس خود کلامی کے علاوہ اور کوئی مشغلہ نہیں ہوتا اور اب تو میں سامنے کی فلور سینٹ ٹیوب کے جلنے سے لے کر اس کے دوبارہ جلنے تک اپنے آپ ہی سے باتیں کرتی رہتی ہوں....... میری قسمت۔کس منحوس وقت تم اپنے گاؤں سے شہر میں اپنے چچا سے اس کی دعوت پر ملنے آئے تھے۔پھر تم یہیں کے ہو رہے۔جانے تمہارے چچا نے تمہیں کیا کھلا دیا' تعویذ کر دیا کہ گنڈا' اب تمہارا دماغ اپنے آپ کو پہچاننے سے بھی قاصر ہو گیا ہے۔میرے پاس آؤ جان' میں تمہاری جان

www.kitaabpoint.blogspot.com

ہوں' تمہاری چڑیا' تم اپنے آپ کو اپنی ذات کو بھی پہچانو۔ اگر تم اپنے چچا کے اثر و رسوخ اور گھٹیا سیاست کے باعث یہاں چڑا جم خانہ کے ممبر بن ہی گئے ہو تو کیا ہوا لیکن میں تو جانتی ہوں تم اس چڑا کلب کے رکن ہونے کے باوجود کاہنا کاچھا کے ایک کھیت مزدور ہو جس کا بسیرا احمد علی مزارع کے شریں کے درخت پر تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے وہ دن' جب تم شہر لے لوٹ کر آئے تھے تو آتے ہی مجھ سے شہر چلنے کو کہا تھا' میرا دل تو اسی وقت شریں کے زرد پھولوں کی طرح لرزنے لگا تھا۔ میں نے تمہاری وفا شعار بیوی ہونے کی وجہ سے تمہارا حکم ماننا اپنا فرض سمجھا۔ اور اگر دلیلوں میں پڑ بھی جاتی تو تم نے قائل ہونے کے باوجود میری بات کہاں ماننی تھی۔ میں بہر حال تمہارے ساتھ چلی آئی۔ دو چار روز اپنا گھونسلا نہ ملنے کے باعث ہم تمہارے چچا کے ہاں شیزان ریستوران کے روشندان میں پڑے رہے پھر تمہارے چچا نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے جھوٹے کلیم پر مال روڈ کے اس پیپل کے درخت پر تمہیں ایک شاخ الاٹ کرا دی اور کاہنا کاچھا کی فضائیں میرے لئے خواب بن کر رہ گئیں۔

توبہ' توبہ' شیزان کے روشن دان میں کیا زندگی تھی۔ میرا تو وہاں دم ہی گھٹتا رہتا تھا سگریٹوں کے دھوئیں میں' میں وہاں بیٹھی اندر جاتے لوگوں کو دیکھتی رہتی۔ پاؤڈر کی تہوں میں چھپے بدصورت چہرے' لپ اسٹک سے اٹے مکروہ ہونٹ' ان کے ساتھ چمکیلے بوٹوں والے جن کے اندر جرابیں پھٹی ہوئی بوسیدہ' بیرا یہ لاؤ........ یس سر........ ویٹر وہ لاؤ........ یس سر........ تھینک یو سر' عجیب انسان ہیں۔ احمد علی مزارع کی طرح اپنے گھروں میں چولہے پر چائے ابال کر نہیں پی سکتے۔ اپنے توے سے اتری روٹی نہیں کھا سکتے مجھے حیرت ہے کہ تمہارے چچا کے گھر ہمارے گراں کے جو لوگ آتے تھے وہ بھی اسی رنگ میں رنگے' اپنی "چوں چڑ چوں" بھول کر "امری کڑکوں" کرتے پھرتے ہیں۔ ہنہ........ چڑا چلا آدم کی چال اپنی بھی بھول بیٹھا! مجھے تو ان لوگوں سے وحشت ہوتی تھی اور تم؟ اتنے بے حیا ہو کہ ان کے ساتھ مل کر مجھ سے نازیبا مذاق کرتے تھے اور میں شرم سے پانی پانی ہو جاتی تھی۔ کاش! تم چڑے ہی رہتے۔

پھر تم ایک شام مجھے کار سروس سٹیشن کے نل سے بہتے ہوئے پانی میں نہلا کر اپنے ساتھ بہت بڑے باغ میں بنی چلی سی عمارت میں لے گئے۔ وہاں سیلاب زدہ چڑوں کی مدد کے لئے ناچ تھا۔ انسان تو خیر انسان ہیں ہی' لیکن میری سمجھ میں آج تک یہ نہیں آیا کہ ہماری قبیل کو کیا ہو گیا تھا کہ ہر چڑا چڑیا پر پھلائے چونچ سے چونچ ملائے انسانی موسیقی کی دھن پر رقص کر رہا تھا۔ تم جانے کس حسینہ کی چونچ سے چونچ ملائے ناچ رہے تھے۔ میرا خون کھول رہا تھا لیکن بے بس تھی۔ ایک کونے میں بیٹھی خون کے آنسو بہاتی رہی۔ ایک

www.kitaabpoint.blogspot.com

محترم میرے پاس بھی آئے۔ میں نے اسے یقین دلایا کہ میں تمہاری بیوی ہوں۔ اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا:

''آپ شاید کلب میں پہلی مرتبہ آئی ہیں۔''

میں خاموش تھی۔

''آپ ان سوشل معلوم ہوتی ہیں....... آپ میں کرٹسی نہیں۔ آداب سے بے بہرہ.......''

میں ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔ تم بدستور ناچ رہے تھے اور کبھی کبھی میری طرف دیکھ کر مسکرا بھی دیتے تھے۔

''محترمہ.......''

اس نے زبردستی چونچ ملانا چاہی' میں نے اس کے سر پر اس بری طرح سے ٹھونگا مارا کہ وہ بدمعاش بلبلا کر بھاگ گیا۔ میں اسی غصے میں جلتی چلی آئی اور ناریل کے کھردرے بستر پر لیٹی روتی رہی۔ تم اس رات بلکہ صبح میں آئے تھے۔ تمہاری آواز میں غنودگی تھی اور میرا دل کانپ اٹھا تھا کہ خدانخواستہ کہیں تم بیمار تو نہیں ہو گئے۔

میری جان چڑے! یہاں کی غذا کھا کھا کر تو میرا ہاضمہ خراب ہو گیا ہے۔ باسی چیزیں اور بدیسی گندم اس پر مستزاد' میں نے تم سے کئی مرتبہ کہا کہ مجھے وہی کچھ چاہئے جو ساری عمر کھاتی رہی ہوں لیکن تم نے بڑے غصے میں کہا تھا.......یہی ملے گا' ورنہ بھوکی رہو۔ اگرچہ رزق کو بیہودہ نہیں کہنا چاہئے لیکن یہ گھٹیا غذا کھا کھا کر میں تو گھل گئی ہوں۔

پھر رفتہ رفتہ جانے کیوں مجھ سے بولنا چھوڑ دیا۔ میری کسی بھی ادا سے تمہیں رغبت نہ رہی' بلکہ الرجی ہی ہو گئی۔ میں نے تمہیں بارہا منانے کی کوشش کی لیکن تمہاری ایک ہی رٹ تھی کہ میں سوشل ہو جاؤں۔ توبہ توبہ بے حیائی کو سوشل ہونا کہتے ہیں تو میں تو شرم ہی سے فنا ہو جاؤں۔ مجھ سے یہ نہ ہو گا چاہے تم مجھے طلا۔ طلا۔ طلاق ہی کیوں نہ دے دو۔

ایک روز تنہا بیٹھی تھی کہ جی چاہا سواری کی جائے کار کی' درخت کی طرف۔ قریب سے ایک لمبی چمکیلی کار گزرنے لگی' میں اس کی چھت پر بھی جما نہ پائی تھی کہ شپ سے نکل گئی اور میں گر کے دوسری اس کے پیچھے آتی کار کے نیچے آتے بچی' اور تو اور یہاں کے تانگوں پر مجھے کوئی بیٹھنے نہیں دیتا۔ ہائے! مجھے احمد علی مزارع کے مویشی کتنے یاد آتے ہیں جن کی پیٹھ پر بیٹھ کے میں جب جی چاہتا سیر کر لیتی تھی اور وہ بیچارے کچھ نہ کہتے' کتنے سہانے تھے وہ دن! یہاں کے میلے کچیلے سورج کے بجائے وہاں کا چمکیلا صاف و شفاف سورج اپنی نرم سی کرنوں سے ہمیں دن گزارنے کی جرات دیا کرتا تھا اور ہم اس کی سحری کرنوں کے دوش پر اڑتے ہوئے کھیتوں کو چلے جاتے تھے جہاں گندم' اپنی گندم کے دانے بکھرے ہمارا سواگت کرتے تھے۔ پھر اسی ترنگ میں ہر جانور کی سواری....... تم

www.kitaabpoint.blogspot.com

نے مجھے کہاں لا بٹھایا ہے! یہاں تو بیتے دنوں کی گونج بھی اب معدوم ہوتی جا رہی ہے۔

میرے سرتاج! تمہاری صحت دن بدن گرتی جا رہی ہے اور اب تو تم شاذ ہی گھر آتے ہو۔ میں تمہاری تیمارداری بھی نہیں کر سکتی۔ میں تو جانوں یہ سب شراب کا کیا دھرا ہے۔ میاں' ہم چڑے' ہمیں شراب سے کیا غرض۔ لیکن تم نے اس ام الخبائث کو اپنی ماں کی جگہ دے دی ہے۔ جم خانہ کلب کے بار کاؤنٹر کے کونے میں اوندھی پڑی بوتلوں سے بچی کھچی ٹپکی شراب میں چونچ تر کرنے کی تمہیں لت پڑ گئی ہے۔ تم وہ سندر سیٹیاں بھول گئے جو ہم سب مل کر شریں کی شاخوں میں بجایا کرتے تھے۔ تمہاری نشے میں ڈوبی انگریزی سیٹیوں کے سر سے سر ہی نہیں ملتے۔ آخری مرتبہ جب تم گھر آئے تو نشے میں دھت تھے۔ میں انڈوں پر بیٹھی انہیں اپنی ممتا کی حدت پہنچا رہی تھی۔ تم نے آتے ہی مجھے پیٹنا شروع کر دیا' وجہ آج تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔ بہرحال اس لڑائی میں تمہاری ایک ٹھوکر انڈوں کو لگی اور دونوں کے دونوں نیچے سڑک پر جا گرے۔ میری ممتا ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ میرا جی چاہا کہ تمہاری کھال ادھیڑ کر تمہارے کلب میں جا کے نیلام کر دوں لیکن...... لیکن میں تو تمہاری وفاشعار بیوی ہوں' مشرقی ٹائپ' خالصتاً اپنے ملک کی۔ میں تمہیں کھو دینا نہیں چاہتی تھی لیکن تم پھر بھی چلے گئے جانے کہاں؟ میں تمہارا انتظار ہمیشہ کرتی رہوں گی۔

جان' میرے چڑے! تم جو شراب پی کر غیر چڑیوں کے ساتھ عیاشی کرتے رہتے ہو' تمہارے لئے مناسب ہے؟ اگر میں بھی دوسری چڑیوں کی طرح بناؤ سنگھار کر کے غیروں کے ساتھ پھروں تو وفا کے پر نہیں نچ جائیں گے؟ آ جاؤ۔ میرے اچھے ساتھی۔ تمہاری نو دریافت دنیا خاصی مکروہ دنیا ہے۔ اس سے حاصل کی ہوئی خوشی ایسی چڑیا ہے جس کے جسم سے دل و دماغ کی آندر پیٹا نکال کر بھس بھر دیا ہو۔ یہ سنہرے تاروں کا جال جو تم اپنے گرد لپیٹ رہے ہو پھر کبھی کھول نہیں سکو گے اور میں تم سے دور ہوتی جاؤں گی۔ تم اعلیٰ یورپی طرز کے ریستورانوں اور کلبوں کے روشندانوں کی چڑیوں کے ساتھ اس جال میں قید ناچتے رہو گے۔ یہ لوگ تمہارے جسم میں بھوسہ بھر رہے ہیں' رفتہ رفتہ میں غم کی ماری ایسی جگہ چلی جاؤں گی جہاں سے کبھی کوئی لوٹ کر نہیں آیا۔

اس وقت مال روڈ اور بھی ویران ہوگئی ہے۔ مصنوعی روشنیوں میں انسانوں اور ان کے سایوں کی دوڑ بھی ختم ہو چکی ہے۔ اور میری آنکھیں تمہاری راہ دیکھتی پتھرا گئی ہیں۔ میری جان' میرے پاس آؤ کہ ہم آسمان کی نیلاہٹوں میں پھیلی سورج کی خالص روشنی میں اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کریں۔ تم اپنے سائے کا زمین پر پیچھا کرتے ہوئے کرنوں پر سوار ہو کر سورج میں جانا چاہتے ہو' یہ بھول کر کہ آسمان اور زمین کے درمیان' روشنی ہونے کے باوجود سایہ نظر نہیں آتا اگر تم نے اپنی پرواز کی حدوں کو نہ سمجھا تو تم اور تمہارا سایہ دونوں جل جاؤ گے۔"

www.kitaabpoint.blogspot.com

اس رات کے بعد چڑیا نے چند راتیں چڑے کا انتظار کیا۔

پھر ایک رات جب چڑا لوٹ کر آیا تو اس کی چڑیا وہاں نہیں تھی۔ کئی روز کے بعد اس نے چڑا جم خانہ کے چیریٹی ہال میں دیکھا کہ اس کی وفاشعار چڑیا دم ہلا کر کولہے مٹکا مٹکا کر ہسٹریا زدہ مریض کی طرح ناچ رہی ہے۔ اس نے یکے بعد دیگرے کئی چڑوں کے ساتھ چونچ میں چونچ دے کر ناچ کیا۔ چڑے نے کئی بار اپنی چونچ پر مسکراہٹیں پھیلا کر اس کو وش کیا لیکن اب وہ اسے پہچانتی نہیں تھی۔ پھر اس چڑے نے اپنے گرد لپیٹا ہوا سنہرا جال توڑنا چاہا' اپنی کھال میں اپنا دل و دماغ اپنا آندر پیٹا واپس لانا چاہا لیکن وہ گدلے سورج کی کرنوں پر اڑتا ہوا اس کے اتنا قریب پہنچ گیا تھا کہ وہ اور اس کا سایہ دونوں جل گئے۔

◆◆◆

www.kitaabpoint.blogspot.com

وادیوں کی دھوپ

جب تک سورج ایک خاص زاویے پر نہیں آتا' وادیاں تاریک رہتی ہیں۔ سورج آنکھ کی ایک جھپکی میں اس زاویے کے کونے میں غروب ہوجاتا ہے اور وادیوں میں پھر بند آنکھ کی تاریکیاں چھاجاتی ہیں۔

اس وقت سورج اسی خاص زاویے پر ہے اور ابھی پلکوں کی چلمنیں نہیں گریں اور دور نیلاہٹ مائل سبز چوٹیوں پر جمی ہوئی دھوپ پگھل کر وادیوں میں بہہ رہی ہے کئی ٹھٹھری ہوئی کرنیں گھروندوں کے روزنوں سے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ چولہوں کی آگ سے خود کو گرما سکیں۔

وہ یہ سب کچھ اروما' ریستوران میں بیٹھا ہوا وادیوں کی طرف کھلتی کھڑکیوں سے دیکھ رہا ہے جن میں آئینے لگے ہیں اور جن میں دھوپ کا سونا پگھل کر اس کے دل کو ابال رہا ہے۔ آج وہ ڈاکٹر کے انتظار میں نہیں بلکہ اس لئے یہاں خاص طور پر بیٹھا ہے کہ آج روز یہیں کرنوں کو دوام حاصل ہوا تھا۔ (آج ان ہی کرنوں کی برسی بھی ہے) اس کے سینے میں کھڑکھڑاتے برانکائٹس کا کوئی علاج نہیں کیونکہ وہ سینے کے اس سنگیت کو پرنہیں دینا چاہتا کہ اڑ جائے۔ ڈاکٹر کا انتظار محض بہانہ ہے (ریستوران میں بھی کوئی ڈاکٹر کا انتظار کرتا ہے اور دراصل تو پروں والے ڈاکٹر کا انتظار اسے گزشتہ پچیس برس سے ہے) اور اس عرصے میں ہر شیشہ' آئینہ بنا ہے اور ہر آئینے میں ہر سال محض پل بھر کے لئے سورج خاص زاویے پر آیا ہے اور پرانے کیلنڈر پھڑ پھڑائے ہیں آئینے کی اس سرد دیوار میں کوئی روزن نہیں ہے کوئی دروازہ نہیں جس کے ذریعے سے داخل ہوکر وہ وادیوں کی دھوپ کو محفوظ کرسکے (جن چیزوں کو دوام حاصل ہوجائے ان کی برسی نہیں منائی جاتی۔ کرنوں کو دوام اس کی جذباتیت نے دیا ہے کیونکہ ذہن کے کسی گوشے میں یہ خوف دھڑکتا رہتا ہے کہ کرنوں کا جھرنا سورج بھی ایک دن سرد ہوجائے گا)

ان آئینوں میں لاتعداد آنکھیں اسے گھور رہی ہیں یہ موٹی موٹی سیاہ آنکھیں جن کا نور وادیوں میں بہہ رہا ہے' یہ گندھارا کے بتوں ایسی (سب کچھ دیکھتی ہوئی) سوئی سوئی آنکھیں (جو نابود بستیوں کی یادیں بن گئی تھیں) بالکل اس کی آنکھوں سے ملتی جلتی ہیں۔ اسے دکھ ہے کہ یہ سب کچھ اس کی اپنی آنکھیں دیکھتی رہی ہیں اور دیکھتی رہیں گی (اگر وہ آئینوں میں جڑی کھڑکیوں کو نہ کھول سکا تو)۔

وہ اب بھی اپنی آنکھوں کو اپنی آنکھوں میں جھانکتا ہوا دیکھ رہا ہے۔ بتوں کی آنکھوں کی گندھارا کے ساتھ وفا نے انہیں نیست و

www.kitaabpoint.blogspot.com

نابود بستیاں بنا دیا ہے اور ان وفادار آنکھوں پر اس کتے کی آنکھیں ابھر آئی ہیں جس کے بارے میں اس نے اخبار میں پڑھا تھا کہ اس اطالوی کتے کو اٹلی میں وفادار ترین کتا ہونے پر بہت بڑا انعام ملا ہے۔ نینو ہر روز گاؤں کے بس سٹاپ پر اپنے مالک کا استقبال کرنے جایا کرتا تھا۔ (نینو ہسپانوی زبان میں بچے کو کہتے ہیں)۔ ایک روز اس کا آقا شہر میں کسی حادثے کی نذر ہو گیا اور واپس نہ آیا۔ لیکن نینو گزشتہ پندرہ سال سے اب بھی باقاعدہ اس بس کے آنے کے وقت پر سٹاپ پر جاتا ہے اور بس کے جانے کے بعد اپنی دم کو مایوسی میں لپیٹ کر واپس چلا آتا ہے۔ نئے دن کی کنواری کرنیں ہر رات کے خاتمے پر اس کی آنکھوں میں دلہن بنتی ہیں۔ نینو کو اطالویوں نے وفا کا سب سے بڑا انعام دیا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو نینو کی اداس نظروں سے بچا کر گندھارا بتوں میں قید کر لیا ہے۔

(میرا انعام کیا ہے؟ میں نینو نہیں؟ محبت دینے' محبت لینے کی خواہش میں ایڑیاں رگڑتا بچہ!)

"صاب! کیا پئیں گے؟"

شراب۔ (یہی میرا انعام ہے' مگر یہ تو میں گزشتہ پچیس برس سے پی رہا ہوں۔)

"جی؟"

وادیوں کی دھوپ (میں الو کا پٹھا ہوں' کتے کا بچہ نہیں ہوں کہ مجھے انعام کا لالچ ہے۔ اس لئے کچلا ایک پلیٹ لانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ ڈاکٹر میرے مقدر میں نہیں ورنہ چند ایک تشنج کے دورے پھر ڈاکٹر پروں والا)۔

"فرمایئے نا صاب اوروں کی بھی سروس....... "

"یہ کھڑکی کھول دو۔"

"صاب جی! بارشوں کی وجہ سے لکڑی پھول گئی ہے۔ نہیں کھلے گی۔"

شیشے کی دیواریں' آئینوں کی چاردیواری....... اس نے میز پر پڑی ایش ٹرے اٹھا کر کھڑکی پر دے ماری ہے۔

چھنن' چھنن' چھن

کھنن کھنن کھن۔ ساتھ ہی سینے کا سنگیت بھی جاگ گیا ہے اور بیرا ان کائنس زدہ قہقہہ سن کر پریشان ہو گیا ہے۔

"آج جتنے آئینے ٹوٹیں گے ان کا بل بھی لیتے آنا۔"

مگر آئینوں کی چاردیواری کے آئینے ٹوٹے نہیں' دھوپ کرچی کرچی تو ہو گئی ہے' مری نہیں' کیونکہ سورج ابھی اپنے زاویے پر قائم ہے اور آج کی آنکھ جھپکی خدا کی آنکھ کی جھپکی ہے' ایک ہزار سال کا ایک پل۔ ابھی تو ایک ہی آئینہ ٹوٹا ہے (اس کے خیال کے مطابق

www.kitaabpoint.blogspot.com

اور ابھی تو کئی پرانے کیلنڈروں کا صرف ایک صفحہ پھٹا ہے (تاریخ کے خیال کے مطابق یعنی جغرافیے والی تاریخ)

آئینے کی بند دیواروں سے سرد ہواؤں کے نحیف کاندھوں پر بادلوں کا جنازہ اروما' کے قبرستان میں اتر آیا ہے۔اس نے اپنا گرم سکارف گردن سے اتار کر ساتھ والی خالی کرسی پر رکھ دیا ہے جس کے ساتھ ہی اس کی چھڑی پڑی ہے (تجھے اپنا ذرا خیال نہیں' پھر تو کھانستا ہے۔جب تو کھانستا ہے نا تو میرا سانس رک جاتا ہے)۔جانے پھر گندھارا کے بتوں میں اطالوی کتے کے قہقہے گونجے ہیں ......میں نے گزشتہ کئی صدیوں سے بس سٹاپ پر انتظار کیا ہے اور ہر بائل گرین جرسی پر تمہارا دھوکا ہوا ہے۔میں آوارہ ہو گیا ہوں (تاکہ جب تو دیکھے تو مجھے افسوس ہوا اور میرے پٹے پر آنکھوں کے موتی ٹانکتے ہوئے سوچے' چچ چچ چچ' نینو آوارہ ہو گیا ہے۔دردر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے)۔آئینے کی ہر دیوار سے سر ٹکراتا ہے تاکہ دھوپ کی کومل گود میں آنکھیں موند کے دماغ پر جمتی برف کو بھول جائے۔(لیکن ہر بار آئینہ ایک زخم دیتا ہے۔پرانے زخم کس بے دردی سے ہنستے ہیں۔روشنی اگلتے ہیں یہ وادیوں کی دھوپ ہے اسے دوام نہیں)۔اور تو کیوں ہر دروازے پر دستک دیتا ہے۔(اور وہ بھی غلط)۔

پہلی دستک غلط دروازے پر نہیں تھی۔تب ساری کائنات جوان تھی اور اروما کا بوب ہوپ مارک مالک زندہ تھا جس نے اپنی چوڑی نوکیلی ناک کی پھننگ کے نیچے اپنی معنی خیز مسکراہٹ کو پھیلاتے ہوئے پہلی مرتبہ اس کے کان میں انکشاف کیا تھا کہ اس کے ساتھ وادیوں کی دھوپ ہے۔(شاید اس نے بھی اس کی طرح اپنے آپ سے وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ خنک ہواؤں میں پڑے لوہے کے ٹکڑے کو زنگ سے بچائے گا اور وہ اپنے وعدے پر قائم تھا)۔کیونکہ اس بوب ہوپ نے دیکھ لیا تھا کہ سورج ایک خاص زاویے سے نیزے کی انی پر گھوم رہا ہے اور دن نے اپنی آنکھ نہیں جھپکی۔پر تب کائنات جوان تھی اور فاختہ کی چونچ میں زیتون کی ڈالی تھی اور مدتوں ول سے برستے طوفان میں بے چین روح رات کی چوٹی پر اتر گئی اور اس نے فاختہ کے منہ سے زیتون کی ڈالی لے کر اپنے باغیچے میں لگ لی تھی جو کہ تب سے رفتہ رفتہ درخت بن رہی تھی۔لیکن اروما کے باب ہوپ مارک مالک کی مسکراہٹ کی بازگشت نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔و......ا......د......ی......اوں...... کی...... د...... ھو......پ

نوکیلی ناک اور اس کے تلے پھیلی مسکراہٹ خاک میں مل کر خاک ہو گئی ہے۔دھوپ فنا ہو گئی ہے۔بازگشت کب مرے گی؟

پہلا دروازہ غلط نہیں تھا اور دستک کا انداز غلط تھا یا شاید دستک کا انداز ٹھیک تھا اور وہ دروازہ نہیں تھا بلکہ زیتون کی جھاڑی تھی جسے اس کو خود اپنے ہاتھوں سے کاٹ لینا چاہئے تھا۔خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار کے انسان کو ہنسی آتی ہے۔(نینو کو نہیں) لیکن کسی دوسرے کلہاڑی مارنے والے کا گلا کاٹ دینے کو جی چاہتا ہے (اور میں کچھ کچھ نینو ہوں۔اس نے سوچا ہے۔ہم سب چھوٹی چھوٹی

www.kitaabpoint.blogspot.com

کونپلیں ہیں جن کی بقا ایک دوسرے کی باس میں ہے)' ہے نا!

اب کیا فائدہ؟ اب کیا فائدہ! سکون صرف نیتو کو حاصل ہے کیونکہ وہ انعام کا خواہش مند نہیں تھا۔ اس نے آئینے میں اپنی آنکھوں سے اپنی آنکھوں میں گھورتے ہوئے غور کیا ہے۔ میری نظر خراب ہو گئی ہے۔ مجھے ہر جگہ بائل گرین جرسی نظر آتی ہے۔ میں ساون کا اندھا ہوں۔ (دراصل) چاروں طرف تاریک وادیاں ہیں اور دھوپ فانی ہے۔

ہر جگہ کرنوں کے پھول تھے۔ پرانے کیلنڈروں میں چھپی ہوئی تاریخوں کی مرجھائی پتیوں کے ہار تھے۔ جنہیں نازک نازک پیروں کے ایک جوڑے نے روندا تھا یہی اس کا تحفہ تھا جس کی دمک کو کرنوں کے پھول نگل گئے تھے۔ ہر سال آج کے دن یہ پھول ان مرجھائی پتیوں کو اگل دیتے ہیں اور وہ وعدہ کرتا ہے کہ (اور اس پر قائم نہیں رہتا) کہ میں ہر جاننے والے کو کرنوں کے جال سے بچاؤں گا اور اسے گندھارافن کے معبدوں میں لے جاؤں گا (کھنڈروں میں؟)۔

وادیوں کی دھوپ ہے (ساری زندگی) اور کرنوں کی زنجیر کبھی نہیں ٹوٹے گی۔ پر نم ہواؤں سے لوہے کے ٹکڑے کو بچنا چاہئے۔ زنگ زہر ہے۔ لیکن میں آج بھی اپنے گھر کو کسی کے انتظار میں کیوں صاف وشفاف رکھتا ہوں۔ اب یہاں کوئی نہیں' کوئی نہیں آئے گا۔ اب تو اپنے بے خواب کواڑوں کو بیشک مقفل کو لے اور اب تو دوسرے کے لان میں زیتون کو پھل بھی لگ چکا ہے اور میں کیوں اب بھی شیشے میں چمکتی ہوئی دھوپ کو آئینے میں محفوظ کر لینا چاہتا ہوں (اس نے ہمیشہ کی طرح ابھی ابھی سوچا ہے)۔

بادلوں کا جنازہ قبر میں اتر گیا ہے اور فضا اس کو تیزی سے ٹپکتے آنسوؤں سے ڈھاپ رہی ہے۔ اس کی آنکھیں بالکل خشک ہیں۔ بالکل تاریک ہیں....... مخصوص زاویے کے افق کی طرح' سوات وادیوں کے کھنڈرز ڈاکٹر اب نہیں آئے گا۔ پروں والا ڈاکٹر کب آئے گا؟

"معاف کیجئے......."

شیشے کی دیوار میں جڑا آئینہ تڑخ گیا ہے۔ اسے جوڑے میں سجے ڈیلیا کے پھول میں اپنا چہرہ نظر آیا ہے۔

"باہر بے پناہ بارش ہو رہی ہے۔"

وہ جوڑے میں الجھا اپنے آپ کو ڈیلیا کی قید سے چھڑا رہا ہے۔ وہ ہنس کر کہتی ہے۔

"دراصل پہاڑوں کی بارش کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔"

پہاڑوں کے سورج کی طرح۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

"اگر آپ برا نہ مانیں تو......." اس کا ساتھی کہتا ہے۔

وہ صرف ان دونوں کو گھور رہا ہے۔ (بیٹے' میرے بیٹے۔ یہ وادیوں کی دھوپ ہے اور)

"دیکھیے نا سارے ریستوران میں کوئی خالی جگہ نہیں......."

جوڑے میں ڈیلیا مسکرا اٹھتا ہے۔

میں نے (ہمیشہ کی طرح) ابھی ابھی اپنے آپ سے وعدہ کیا ہے اور میں یہ وعدہ پورا کروں گا کہ جوان دن کو جوان رات کی تاریکی سے بچاؤں گا۔ سٹین لیس سٹل پر سٹین نہیں آنے دوں گا۔ میرے بیٹے صرف تم میرے پاس بیٹھ سکتے ہو مگر یہ.......

یہ مسکرا دی ہے اور اس مسکراہٹ کی نمی سے تمام کیلنڈر پھر گیلے ہو گئے ہیں۔ اس نے اشارے سے انہیں بیٹھنے کی اجازت دے دی ہے۔ ان دونوں کو تھینک یو کہے ہزار سال بیت گئے ہیں اور اس نے (ابھی ابھی) سوچا ہے 'او ہو میں تو زیتون کاٹنے والا بن گیا ہوں' کیونکہ وہ دونوں بڑے اضطراب سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اور اسے معلوم ہوتا ہے جیسے وہ سنسر بورڈ کا چیئر مین ہو۔

اپنے آپ کو اپنے سامنے بیٹھا دیکھ کر وہ مسکرا دیا ہے۔ اس نے چوتھی خالی کرسی سے اپنا گلوبند اٹھا کر اپنے گلے میں ڈال لیا ہے۔ پرانے کیلنڈر سمیٹے ہیں اور ان دونوں کو بڑی حیرانی میں شکر گزار چھوڑ کر چھڑی اٹھا کر آہستہ آہستہ اپنی چھڑی کے سہارے تیز بارش میں اروما سے باہر آ گیا ہے۔

اب اس کے سینے کا سنگیت عروج پر پہنچ گیا ہے۔ کیونکہ ملہار اس کے سینے کو سیراب کر رہی ہے۔ اس کے چہرے پر دو کانچ کی نیست و نابود بستیوں کے کھنڈروں میں وادیوں کی دھوپ امر ہو گئی ہے اور اس نے اپنے پچے پر خود ہی اپنی آنکھوں سے ٹپکتے موتی ٹانکتے ہوئے سوچا ہے 'میں آئندہ کبھی کوئی وعدہ نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں ڈاکٹر کا شکر گزار ہوں کہ آخر اس طوفانی بارش میں اس نے مجھے اپنے سیاہ پردوں کی چھتری مستعار دے ہی دی ہے۔ میرے آئینوں کے اہرام میں سورج کی ممی پھر سے بیدار ہو رہی ہے اور میں بالکل اطمینان سے سو جاؤں گا' کھو جاؤں گا۔ تب کوئی وعدہ نہیں ہو گا۔ (اس نے ہمیشہ کی طرح ابھی ابھی سوچا ہے)۔

◆◆◆

www.kitaabpoint.blogspot.com

رتا پر چھانواں

رات کے بیشمار آنسو ایک ایک کر کے صبح کے کشکول میں ٹپک رہے تھے اور دور آسمان کے قدموں سے زمین کو علیحدہ کرتے ہوئے درختوں کے ذخیرے میں گھوک سوئی ہوئی صبح کو پرندے ابھی جگانے نہیں آئے تھے۔ اس لئے دن کی پہلی کرن متروکہ کنویں میں خون بن کر نہیں گھلی تھی جس کی ادھ گری منڈیر پر بیٹھے بجوارے کے دل کو حلق میں دھڑکتے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔

بجوارے کی نظریں بڑی بے قراری سے ذخیرے پر پھسلتی ہوئی آ کر اس کے پیروں تلے تاریک کنویں میں اتر گئیں اور ایک بار پھر کنویں کا غار ایسا دہانا سرگوشی میں قہقہے لگاتا محسوس ہوا۔

"اول تو وہ آئے گی نہیں بجوارے' جن کنواریوں کے دل ڈھولک کی تال پر ناچنے لگیں وہ اپنے پیروں میں پڑی پھولوں کی زنجیر کو نہیں توڑ سکتیں۔"

بجوارے نے کنویں کی گھورتی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا'

"وہ یقیناً آئے گی ہمیشہ کی طرح....... وہی سرخ دوپٹہ اوڑھ کر جو میں اس کے لئے شہر سے لایا تھا۔"

اس کا اتنا مہربان دوست' یہ کنواں جس کی منڈیریں ان دونوں کے پیار کے لئے ماں کی واگوڈ تھیں آج سوتیلی ماں کی طنز بن کر رہ گئی تھی'

اور آ کے تمہارے سینے پر سر رکھ کر کہے گی....... "سوہنے بجوارے' یا' چنا' میں سوہنی ہوں' کچی گاگر پر بھی کھر جاؤں گی۔" کنویں کے ملکے سے قہقہے نے پھر تیز درانتی کی طرح اس کا دل چیرا۔ "دوست' یوں پڑی پھولوں کی زنجیریں پیار کی آگ سے بھی نہیں پگھلا کرتیں ایسے میں سوہنیاں خود کچا گھڑا بن جایا کرتی ہیں۔"

میں جانتا ہوں۔" بجوارے کی چیخ رندھے ہوئے گلے میں اٹک گئی۔ "اسی لئے اسے اب آ جانا چاہئے۔ میں اس کچے گھڑے کو......."

"اونہوں' تم دل والے ہو' تم میں اتنی ہمت کہاں۔ جب وہ تمہارے سرخ دوپٹے کا گھونگھٹ کاڑھ کے آئے گی اور اس کلائیوں میں دہکتے ہوئے گجرے تمہیں پگھلا دیں گے اور صرف پیار کے جادو میں بندھے اس کا گھونگھٹ اٹھا کر کھو گے....... جنتی' چاند جل

www.kitaabpoint.blogspot.com

چکا ہے' روشنی چاہیے وہ دنیا کو۔ تب وہ شرمیلی مسکراہٹ کو اپنی بانہوں میں چھپائے گی اور تمہاری درانتی میرے دل میں اترنے لگے گی گہری۔ تم میری اذیت کو برداشت کر سکو گے؟ آں؟ بتاؤ نا۔ تم مجھے اتنا تنہا دیکھ سکو گے؟ اپنے آپ کو؟"

کنویں کی سوالیہ نظریں اس کے دل کو چھلنی چھلنی کرنے لگیں اور غصے میں پاگل کر دینے والے دھیمے قہقہے کومل ہوا کے مرہم کو چاٹنے لگے۔ اس نے ادھ گری منڈیر سے ایک اینٹ اٹھا کر دیوانوں کی طرح اپنی پوری قوت سے کنویں کے دل میں دے ماری۔ گہرائیوں کی سسکیوں نے چھینٹوں کو بجوارے کے دامن تک پہنچنے سے پہلے ہی جکڑ لیا اور اس نے کنویں کو یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"دیکھ لینا دوست۔ ابھی کیا ہوتا ہے۔"

اور منڈیر کے ساتھ ہی اینٹوں کے نیچے چھپائی ہوئی درانتی نکال کر استرے کی طرح جیسے ہاتھ پر تیز کرنے لگا۔

دن کی پہلی کرن ابھی تک کنویں میں لہو نہیں بنی تھی۔ ذخیرے پر روشنی کا سرمئی غبار دور گاؤں کے اوپر بجھتے ہوئے چاند کی راکھ بن کر آسمان سے گر رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر میں پرندے صبح کے رخ سے خاموشی کا آنچل ہٹا دیں گے اور بجوارے کی زندگی سوکھی ہوئی شاخ بن کر دن کی پہلی انگڑائی میں ٹوٹ جائے گی اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھیتوں میں ہل چلانے والوں کی ٹھوکریں کھاتی رہے گی' ڈھولک کی تال پر جنتی کا دل' نچانے والے کے پیروں میں رلتی رہے گی۔ تب وہ اس تڑپ کو برداشت کر سکے گا؟ تب وہ زندہ رہ سکے گا؟

"ہرگز نہیں' ہرگز نہیں' اسے آنا ہی چاہیے' ورنہ میں اس کے گھر جا کر اس درانتی کی پیاس بجھاؤں گی۔" درانتی اس کے ہاتھوں میں بجھتے ہوئے چاند کا عکس لیے مسکرانے لگی۔ "رجو اس کو لے کر یقیناً آئے گی۔"

کل شام اتنی مصروفیت کے باوجود جب رجو لالو سائیں کو روٹی دینے کے بعد اپنے رحیم بخش رحیمے کے سلسلے میں اپنے باپ کا دل موم کرنے کے لئے دعا کروا کے اور تعویذ لے کر آ رہی تھی تو بجوارا سراپا التجا بن گیا تھا۔

"رجو تم میری بہن ہو نا' کسی طرح جنتی سے ملوا دو....... آخری بار۔"

"تم کیسی سودائیوں والی باتیں کرتے ہو ویر۔ پرسوں اس کی ڈولی ہے۔ ایسے میں کوئی شریف لڑکی گھر سے نکل سکتی ہے؟"

"تم بھی بدل گئی رجو؟ تم تو جانتی ہو پیار کیا ہوتا ہے۔"

رجو نے امید بھری نظروں سے اپنے رحیم بخش رحیمے کے گھر کی طرف دیکھ کر شرماتے ہوئے کہا'

"میں جانتی ہوں' پر وہ تو بندھی بیٹھی ہے ویر۔"

www.kitaabpoint.blogspot.com

"تم نے اور تمہارے رحیم بخش رحیے نے آج تک میرے پیار کی حفاظت کی ہے۔"

جانے کی وجہ تھی کہ وہ رحیے کو نہ صرف خود اس کے پورے نام کے ساتھ چھوٹا نام لگا کر پکارتی تھی بلکہ دوسروں سے بھی یہی اصرار کرتی تھی۔ رحیم بخش رحیما' وہ ایک بار پھر شرما گئی کہ بجوارے نے ان کے حوالے سے پیار کی حفاظت کا ذکر اپنی زبان میں ان دنوں کا پورا احساس سمیٹتے ہوئے کیا تھا جب وہ اور جنتی منڈیر پر بیٹھے دن کا دل موم کرنے کے لئے ہر نئی صبح کا سواگت کرتے تھے اور جو اس کنویں اور گاؤں کے درمیان کیکر کے ٹھنٹھ کے پاس بیٹھی اپنے رحیم بخش رحیے کو آنکھوں میں سموئے ان دونوں کی حفاظت کیا کرتی تھی مبادا صبح کو رشوت دیتے ہوئے انہیں کوئی دیکھ لے۔

"اب تو بہت مشکل ہے ویر' اب تو وہ پرائی ہو گئی ہے۔"

جب رجو نے بجوارے کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو وہ اپنی سہیلی کی تمام مجبوریاں بھول کر صرف وہ عورت بن گئی جس کے دامن سے لپٹا بچہ گھگھو گھوڑوں کے لئے رو رو کر ضد کر رہا ہو۔ اس نے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ جنتی کو لے کر ضرور آئے گی۔

"اس سے کہنا کہ میرے والا سرخ دوپٹہ لے کر آئے' جانے وہ پھر اسے اوڑھنا مناسب سمجھے نہ سمجھے' اور اور موتیے کے گجرے بھی پہن کر آئے۔"

رجو نے وعدہ تو پکا کیا تھا لیکن ابھی تک سرخ دوپٹہ تو کیا اس کا سایہ تک نہیں لہرایا تھا۔ کنویں نے ہلکے سے قہقہے میں پھر سرگوشی کی۔

"شاید تو روشنی سے ہوتا ہے اور اس کے پیار کا چراغ بجھ گیا ہے۔ وہ خود تاریکی بن کر چھا گئی ہے اور اندھیرا ایک ایسا سایہ ہے جس کے ہاتھ گجروں کی خوشبو کا بھی گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ تم بھی تو جنتی کی کلائیوں میں پڑے ہوئے گجروں کی خوشبو ہو۔"

"ناممکن۔ یہ ناممکن ہے۔" بجوارا روہانسا ہو گیا۔ اس سے پیشتر کہ اندھیرے کے ہاتھ میرے گلے تک پہنچیں' میں یہ ہاتھ کاٹ دوں گا۔"

کل شام تک اس کا ایمان تھا کہ پیار کی دنیا میں سورج کبھی غروب نہیں ہوتا لیکن جب سے وہ رجو سے مل کر آیا تھا اور اس کے کانوں میں کنویں کی آواز بار بار گونجنے لگی تھی' وہ پرائی ہو گئی' اب وہ پرائی ہے' تو وہ بہت خوبصورت' مہندی لگے ہاتھ اس سورج کی رفتہ رفتہ جدائی کی کال کوٹھڑی میں دھکیلنے لگے تھے۔

اب وہ مجھ سے کبھی نہیں ملے گی؟ اس حقیقت کا احساس اسے پرسوں شام نہیں ہوا تھا جب وہ جنتی کے گھر میں ڈھولک کی آواز سن کر حیران رہ گیا تھا۔ اس نے ڈگمگاتے قدموں سے اس کے گھر کے پھیرے لگاتے ہوئے کئی مرتبہ پوچھنے کی کوشش کی تھی' ادھر آتے

www.kitaabpoint.blogspot.com

جاتے لوگوں سے' لیکن ایک انجانے سے خوف نے اس کے ہونٹ سی دیئے تھے اور وہ گلی کی نکڑ پر کھڑا اپنے آپ کو تسلیاں دیتا رہا تھا .... نہیں' یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو جنتی ضرور مجھ سے کہتی۔

پھر رجو اپنے ہاتھ میں ایک بڑا سا کٹورا لئے جنتی کے گھر کی طرف جاتی اس کے قریب سے گزری تھی اور لفظ خود بخود ہونٹوں سے آزاد ہو گئے تھے۔

"رجو' بات سنو۔"

رجو نے بڑی ترحم بھری نظروں سے بجوارے کو دیکھنے کے بعد جانے کے لئے قدم بڑھایا ہی تھا کہ بجوارے نے اس کے سامنے آ کر پوچھا:

"کیا بات ہے؟ تم .... "

رجو کے ہونٹوں کی سدا بہار مسکراہٹ مرجھا گئی تھی اور اس نے سر جھکا کر ہاتھ میں پکڑا ہوا تانبے کا کٹورا اس کے سامنے کر دیا تھا۔

کٹورے میں مہندی تھی' زہر تھا۔

"لیکن کس کے لئے؟" بجوارے نے زہر خوردہ آنکھوں سے پوچھا۔

"جنتی۔"

بجوارے نے ہنس کر مرجھائے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ تلاش کی۔

"بتاؤ نا رجو .... ایسی مسخری اچھی نہیں۔"

"سچی۔ ویرا .... "

"لیکن جانے دو .... وہاں مہندی .... "

"مجھے بتاؤ' میں نہیں جانے دوں گا۔"

رجو نے اس کو جلدی جلدی بتایا تھا کہ دراصل جنتی کو بچپن ہی میں اس کو کرم آباد والی ماسی نے اپنے لڑکے کے لئے مانگ لیا تھا' لیکن بات صرف اس لئے نہیں بڑھی تھی کہ جنتی کے ماں باپ لڑکے کو گھر جوائی بنانے پر بضد تھے' کیونکہ جنتی کی ڈولی کے بعد ان کا گھر بالکل ویران ہو جاتا۔ اب چونکہ جنتی کی ماسی بیمار سی رہنے لگی تھی اور اسے اپنی زندگی پر اعتبار نہیں تھا اور جنتی ایسی بہو ملنا بہت مشکل تھی اس لئے اس نے ان لوگوں کی ضد مان لی تھی' رجو نے نظریں جھکا کر بجوارے سے کہا کہ وہ خواہ مخواہ کے احساس جرم سے دبی جا رہی تھی'

www.kitaabpoint.blogspot.com

''سچی ہمیں پتا نہیں تھا ورنہ میں ہی تمہیں بتا دیتی۔ اچھا ویرا اب مجھے جانے دو دیر ہو گئی ہے۔''

رجو چلی گئی تھی اور سجوارے کو اپنے دل میں دھڑکتے ہوئے انجانے خوف کے باوجود اعتبار نہیں آیا تھا۔ اس نے گھر آتے ہوئے سوچا تھا کو رجو کی مذاق کرنے کی عادت بہت بری ہے۔ اتنی سنجیدگی سے اتنے خوفناک مذاق کرتی ہے کہ انسان کا دل دہل جاتا ہے۔ پھر اس کی آنکھوں میں رجو کے ایسے کئی مذاق گھوم گئے جب اس کے ہونٹوں کی سدا بہار مسکراہٹ بالکل آج ہی کی طرح غائب ہو گئی تھی اور بعد میں وہ بے طرح ہنستے ہوئے کہتی....... ویر مجھے تمہیں ستانے میں بہت مزہ آتا ہے....... سجوارا جنتی سے شکایت کرتا تو وہ بھی رجو کا ساتھ دیتی ہوئی کہتی....... اب ویر بنے ہو تو سہو سب کچھ۔

وہ آج تک رجو کے مذاق سہتا آیا تھا لیکن اب تو اس نے حد کر دی تھی۔ اس نے سوچا' کل جب جنتی کنویں پر آئے گی تو وہ اور کچھ کہے بغیر اسے ساتھ لے کر سیدھا کیکر کے ٹھنٹھ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی رجو کے پاس جائے گا اور اس کی گت سے اس کو پھانسی دیتے ہوئے کہے گا....... اب کرے گی مذاق چڑیل' یہ دیکھ' اگر رات کو جنتی کے ہاتھ پیلے ہو گئے ہوتے تو اسے میرے پاس کون آنے دیتا....... ہائے' چھوڑ دے ویرا' میرا گلا....... معافی مانگ' آئندہ تو پھر کبھی ایسا بے ہودہ مذاق نہیں کرے گی .... وے میں مر گئی ویر' وے میری توبہ....... چھوڑ نا ویر۔ پھر وہ بے طرح ہنسے گی اور کہے گی....... اپنا وقت ضائع نہ کروں وہ دیکھو سویر ہو گئی ہے ویر۔ اور وہ جنتی کو اپنے بازوؤں میں لپیٹ کر کنویں پر آ جائے اور ہر روز کی طرح وہاں سویر کا سواگت کرے گا۔

سجوارا چارپائی پر لیٹ کر دل ہی دل میں مسکرانے لگا تھا لیکن ڈھولک پر تھرکتے ہوئے گیت ابھی نہیں سوئے تھے اور جانے کیوں اس کی مسکراہٹ اس کے دل میں دھڑکتے ہوئے ان جانے خوف میں پھر کیوں گم ہو گئی....... وہ وہ مہندی کا کٹورا' نہیں آج چاند کی چودھویں ہے اور ترنجن' لیکن ترنجن تو گھروں میں نہیں ہوا کرتا اور اسے رنگ کے لئے مہندی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو پھر کہیں واقعی' نہیں' جنتی ان گزرے ہوئے اتنے برسوں کو ایک لمحے پر کس طرح قربان کر سکتی ہے۔ رجو اپنے مذاق میں سچائی کا رنگ بھرنے کے لئے اتنا بڑا ناٹک نہ کھیلے تو پھر اسے رجو کون کہے۔ رجو کی بچی' مرجانی' اب اس سے ساری عمر نہیں بولوں گا' صبح آ لے سہی۔

وہ کنویں کی منڈیر پر بیٹھا رہا۔

زخمی سورج کی رینگتی ہوئی بے جان کرنیں آنسو بن کر سجوارے کی آنکھوں سے چھلک آئی تھیں اور اس نے تنہا' بے نور صبح کو آنے والے دنوں کی لاشوں سمیت نہلاتے ہوئے سوچا تھا....... اگر رجو کی بات سچ نہ ہوتی تو وہ ضرور آتی۔ جنتی کو پتا ہے اس قسم کے مذاق جان لے لیا کرتے ہیں۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

سجوارے کی آنکھوں میں تیرتی ہوئی تاریک کرنیں' اداس کنویں کی گھورتی ہوئی اندھی آنکھ میں اتر گئیں'

''اگر یہ سچ ہوا تو........؟''

''تو؟'' کنویں نے فکرمند ہو کر پوچھا۔

''تو کیا ہوگا؟''

سجوارے نے چہار سو پوچھا۔ ساری زندگی' ساری دنیا سوال بن کر رہ گئی تھی اور اس سوالیہ نشان کی درانتی اس کی گردن پر پھرنے لگی تھی۔

''یہ نہیں ہوسکتا۔ جنتی میری ہے۔ اس کے سینے میں میرا دل ہے۔ اس کا بیاہ.......''

''یہ سچ ہے۔ تم نے ٹھیک سنا ہے۔''

گاؤں میں ہر ایک نے اس سے یہی کہا تھا۔ تو یہ رجو کا نہیں بلکہ جنتی کا پہلا اور آخری مذاق تھا۔

وہ سارا دن زخمی پرندے کی طرح کبھی اس پیلی میں' اس درخت کے نیچے اور کبھی اس کنویں پر اور پھر کسی پیلی میں رینگتا ہوا سوچتا رہا تھا....... کیوں؟ اتنے قول وقرار کے باوجود وہ کسی اور کی ہوگئی؟ لڑکیوں کے قول وقرار سوت کے دھاگے ہوتے ہیں' ذرا کسی نے کھینچا تو ٹوٹ گئے؟

''صبر سجوارے صبر کرو۔'' رحیم بخش رحیما' رجو کے تصور سے خود بھی اداس ہو گیا تھا۔ ''اگر وہ کسی اور کی ڈولی میں بیٹھ گئی تو کیا ہوا....... تمہیں اس کے دل سے تو کوئی نہیں نکال سکے گا۔''

اور شام تک سجوارے نے ان تسلیوں کو سینے سے لگائے رکھا تھا لیکن جب وہ جنتی سے ملنے کے لئے رجو سے التجا کر کے آیا تھا اور رجو کے الفاظ کنکھجورے بن گئے تھے، اب تو وہ پرائی ہوگئی ہے ویرا' اب وہ کس طرح آسکتی ہے.....تو اسے پہلی مرتبہ احساس ہوا تھا کہ اول تو لڑکیاں کچے گھڑے پر بیٹھ کر پیار کے دریا میں کھر جایا کرتی ہیں ورنہ اگر وہ کسی غیر کی ڈولی میں بیٹھ جائیں تو پھر ڈولی کی کوکھ سے ننھے ہی چراغ لینے کو اترا کرتی ہیں....... لیکن اس نے تو میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ اگر ہم میں سے کسی ایک کو کسی نے چھیننا چاہا تو ہم دونوں اس کنویں میں چھلانگ لگا دیں گے۔ اس کے وعدے واقعی سوت تھے؟ پتا چلنے کے بعد اسے فوراً آ کر مجھے بتانا چاہئے تھا کہ وہ بچپن ہی میں اپنی ماسی کے لڑکے کی ہوگئی تھی۔ میں اسے ساتھ لے کر اس گاؤں سے کہیں اور چلا جاتا اور اگر کچھ بھی ممکن نہ ہوتا تو کنواں تو ہے ہی۔ اس کے کانوں میں رحیم بخش رحیمے کی آواز گونجی۔ ''نیک شریف لڑکیاں اپنے ماں پے کی خواہش پر قربان ہو جایا

www.kitaabpoint.blogspot.com

کرتی ہیں۔"

"اگر لڑکیوں نے اپنی شرافت اور نیکی اسی طور ثابت کرنی ہوتی ہے تو وہ اپنے سینے میں کسی کا دل کیوں رکھ لیتی ہیں اور اس کی دھڑکن کو سناٹوں کے حوالے کیوں کر دیتی ہیں۔" اس نے چاروں طرف سے اپنی روح کو چیرتے ہوئے سناٹوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کیوں؟"

سناٹے ڈھولک کی آواز منہ میں لئے ہنس دیئے اور جنتی کے گھر سے بجتے ہوئے گیتوں کا لاوا سجوارے کے ویران آنگن میں بھرنے لگا...... وہ ان گیتوں پر بجتی ہوئی کسی اور کے گھر چلی جائے گی اور میں اپنے گھر میں جمع لاوے میں جلتا رہوں گا۔ تڑپتا ہی رہوں گا؟ وہ رتے کپڑے پہن کر' بانہوں میں لال چوڑا چڑھا کے میرے سامنے گھونگھٹ کاڑھ کر اجنبی ہو جائے گی اور...... جب اس کے ہاتھ' ہل چلا کر دن بھر کے تھکے ہوئے شوہر کے جسم سے تکان چوس رہے ہوں گے تو میں جنتی کے کول لمس کے لئے ترستا رہوں گا اور دماغ کے شکنجے میں میرا لوں لوں ترفتا رہے گا؟ پھر میں تو پوری طرح مر بھی نہیں سکوں گا۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ رات کے جسم پر گدگدی بن کر چھا جائے گی اور اس کا پرچھاواں اس کے وجود سے الگ ہو کر میرے آنگن میں ناچ ناچ کر مجھے پاگل کر دے گا اور میں اس پرچھانویں سے بجتی ہوئی سرخی کے آگے بھاگتا ہانکا یا ہوا بیلیوں میں پھروں گا اور اندھیرے کے مہندی رنگے ہاتھ میری گردن پر اپنی گرفت کو اور بھی سخت کر دیں گے کیوں؟ ایسا ہوگا؟

رات' اس 'کیوں' کو بالوں میں ٹانک کر ڈھولک کی تال پر ناچتی ہوئی مہندی بن کر جنتی کے ہاتھوں کو چومتی رہی اور سرخ ہیولا سجوارے کی آنکھوں میں نیند جلا کر اس کے کانوں میں قہقہے لگاتا ہوا اسے رات کے بیابانوں میں لئے لئے پھرتا رہا...... نہیں۔ نہیں...... وہ اکتا کر چیخا...... میری جان سے کھیلنے کا حق کسی کو نہیں۔ وہ یوں مجھ پر مسکرا نہیں سکتی۔ نوچ لوں گا میں یہ مسکراہٹ۔ کاٹ دوں گا وہ ہاتھ۔ جنتی مجھے انگاروں پر پھینک کر خود پھولوں پر نہیں سو سکتی۔ ڈولی میں بیٹھنے سے پہلے اسے میرے پیار کی قیمت دینی پڑے گی۔ میں یہ پھول جلا دوں گا' جلا دوں گا یہ پھول۔"

سجوارے نے دیوانوں کی طرح' سامنے کھڑکی میں لالٹین کے پاس پڑی درانتی اٹھالی...... ہنہ' سوہنی کی بیٹی۔

وہ درانتی کو کھیس میں چھپا کر باہر نکل آیا۔ جنتی کی رات' ناچ ناچ کر تھک چکی تھی۔ سو چکی تھی' سجوارے نے ذخیرے کی طرف دیکھا' سجوارے کی رات' کے بیشمار آنسو ایک ایک کر کے صبح کے ستارے کے کشکول میں ٹپکنا شروع ہو گئے تھے۔

اور ابھی تک پہلی کرن کا لہو کنویں میں نہیں ٹپکا تھا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

چاند بجھ چکا تھا۔ دور بیلیوں میں اکا دکا لوگ چیونٹیوں کی طرح رینگتے نظر آ رہے تھے۔ سجوارا ایک دم چونک اٹھا اور درانتی اس کے ہاتھ میں اس کی کنپٹیوں کی طرح پھڑکنے لگی۔ اس نے دور گاؤں سے کیکر کے ٹھنٹھ کی طرف آتے ہوئے دو داغ دیکھے جن میں سے ایک سرخ تھا' سجوارے نے کنویں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''وہ دیکھو جنتی آ رہی ہے۔ تم کہتے تھے کہ نہیں آئے گی۔''

کنواں واقعی سوتیلی ماں کی طرز بن گیا تھا۔ ''آ تو رہی ہے لیکن دیکھتے ہیں تم کیا کرتے ہو۔''

''دیکھ لینا میرے دوست، دیکھ لینا۔ اگر سمجھتے ہو کہ اس کی کلائیوں میں دمکتے گجرے دیکھتے ہی میں پگھل جاؤں گا تو......''

سجوارے نے بے طرح دھڑکتے دل اور جسم سے بہتے ہوئے پسینے کے سیلاب کو روکنے کی کوشش کی' درانتی اور بھی سختی سے پکڑ لی اور اپنی آنکھوں میں سارے جسم کا خون بھر کے کیکر کے ٹھنٹھ کی طرف دیکھنے لگا۔ رجو حسب معمول وہاں رک گئی تھی اور رتا پر چھاواں ہلکی ہلکی ہوا میں کنویں کی طرف تیرنے لگا تھا۔

''تو جنتی آ ہی گئی اپنے سجوارے کے پاس پھولوں کی زنجیر توڑ کر! تم تو کہتے تھے۔''

''نہیں۔ نہیں تو........''

اگر اس کے ہاتھ میں درانتی کے بجائے کسی کا ہاتھ ہوتا تو اس کی سنبھلتی ہوئی گرفت سے پھسل جاتا۔ تب اس کی آنکھوں میں خون کے بادل سرخ دوپٹے کی فضاؤں میں تحلیل ہونے لگے....... اگر جنتی کا دل اپنی خوشی سے ڈھولک پر ناچ رہا ہوتا وہ کبھی نہ آتی۔ اگر اس وقت اسے کوئی دیکھ لے تو؟ وہ میری خاطر ساری دنیا میں بدنامی کا خطرہ مول لے کر آئی ہے۔ میری سوہنی! اگر اس کا باپ دیکھ لے تو گنڈاسا.......

اس کے دل میں جنتی کی آواز گونجی جیسے گہرے، بہت گہرے کنویں سے....... چنا میں قول قرار کی پکی ہوں۔ دیکھ میں آ گئی۔ تو سوچتا ہوگا کہ میں بک گئی۔ جھلے ڈولی میں میرا پنڈا جائے گا۔ میری روح تو ہمیشہ ترے پاس رہے گی۔ جب تو مجھ سے ملنا چاہے گا تو مجھے رات کی آنکھوں سے چھلکتی اوس میں دیکھ لیا کرنا۔ میں صبح کی پہلی کرن میں چھپی تیرے پاس آیا کروں گی۔ میں نے تجھے فریب نہیں دیا۔ چنا! تیری قسم مجھے پتا نہیں تھا۔

جنتی کا سرخ سایہ دھیرے دھیرے اس کی طرف بڑھ رہا تھا....... جنتی۔ جنتی! آؤ یہاں سے چلے جائیں۔

جنتی نے ایک بار پھر اس کے بازو سے سر اٹھا کر اس کے ہونٹوں پر اپنا پیارا سا ہاتھ رکھ دیا تھا....... نہ چنا۔ ایسی بات نہیں

www.kitaabpoint.blogspot.com

کرتے۔ اچھی لڑکیاں اپنے باپ کی پگڑی کو مٹی میں رول کر اپنے بجواروں کا تاج نہیں بنایا کرتیں۔ میں کچھ کھا کر سو رہوں گی ...... نہ جنتی' نہ نہ۔ میں تمہیں کس طرح کچھ کھا کے سوتا دیکھ سکتا ہوں۔ تمہیں یاد ہے؟ جب تمہیں ایک مرتبہ تاپ چڑھا تھا تو میں فکر میں کس طرح گھل گیا تھا اور تم نے ہنستے ہوئے کہا تھا' تاپ مجھے چڑھا تھا یا تمہیں؟ اور میں نے تمہیں سمجھایا تھا کہ پیار میں دونوں جی ایک ہو جایا کرتے ہیں' کوئی فرق نہیں رہتا۔

وہ کیکر اور کنویں کے عین درمیان آ گئی تھی۔ بجوارے کی طرف رفتہ رفتہ بڑھ رہی تھی اور اس کا ذہن گھنا رہا تھا...... اگر دونوں جی ایک ایک ہو جایا کرتے ہیں تو تم یہ درانتی لے کر کیوں آئے ہو؟ رات تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ تمہارا خیال ہے کہ میں تمہارے ہاتھ میں درانتی دیکھ کر گھبرا جاؤں گی؟ نہیں چنا۔ میں تمہاری ہوں۔ لو۔ اٹھاؤ ہاتھ۔

بجوارے کے سامنے سانولی لانبی سی گردن آ گئی' جس پر سجے ہوئی مکھڑے پر دو بڑی بڑی آنکھوں میں ساتھ گزرا ہوا وقت اور وعدوں کی گونج بند تھی' جن میں اس کا پیار محفوظ تھا۔ وہ ان آنکھوں کو دیکھتا ہی رہا اور اس کے ہاتھوں میں درانتی لرزتی ہی رہی ...... کرو نا' وار چنا۔ دیکھتے کیا ہو؟

''دیکھتے کیا ہو؟'' کنواں غرایا۔ ''وہ پرائی ہو گئی ہے۔''

دھیمی دھیمی ہوا میں لہراتے ہوئے سرخ دوپٹے کی بانہیں اس کی طرف بڑھ رہی تھیں اور اب گجرے اسے صاف نظر آ رہے تھے۔

''جاؤ نا۔'' کنویں نے کہا۔

''مجھ سے ہلا نہیں جاتا۔ میں کیا کروں؟'' اس کا گلا رندھ گیا۔

''تم گجرے کی آگ سے پگھل کر زمین میں جذب ہو گئے ہو۔''

''پیار کی آگ کچھ ایسی ہی ہوتی ہے۔''

''یہ لمحہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ تم جنتی کو دور ہی دور سے دیکھتے جلتے رہو گے ہر دم مرتے رہو گے۔ پیار کے دوزخ میں موت نہیں آتی۔''

''میں اپنی یادوں کو دفن کر دوں گا۔''

''مردوں کی قبروں پر تو وقت کی مٹی جمتی رہتی ہے لیکن زخمی دلوں میں زندوں کی قبریں سدا کھلی رہتی ہیں۔''

''میں کیا کروں؟ کیا کروں؟''

www.kitaabpoint.blogspot.com

"درانتی پیاسی ہے۔" کنویں نے چیخ کر اسے احساس دلایا۔

اس سے چند قدم کے فاصلے پر جنتی نے پلکیں اٹھائیں۔ اس کی آنکھوں میں گیلی گیلی سرخی تھی۔ سجوارے نے لرزتا درانتی والا ہاتھ اٹھایا۔

"اب وار کر بھی دو۔" کنویں نے کہا۔

"کیسے؟ کیسے ور کر دوں؟"

"تو پھر میری ایک اور بات مان لو۔"

"جلدی۔ جلدی بولو۔"

"میرے دل میں آ جاؤ میرے دوست....... تمام اذیتوں سے نجات مل جائے گی۔"

سجوارے نے جنتی سے نظریں ہٹا کر کنویں میں بڑی حیرانی سے دیکھا۔ پھر جنتی کو۔ جنتی کو.......

.... اس کے ہونٹ صرف لرز ہی سکے۔

"آ جاؤ۔ آ جاؤ سجوارے میرے دل میں' میں تمہارا دوست ہوں۔"

اس نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو پلکوں کے جال سے چھڑایا اور درانتی کو جنتی کے پیروں میں پھینک کر کنویں کے دل میں اتر گیا' گہرے....... بہت ہی گہرے کنویں میں' دل میں۔

تب دن کی پہلی کرن کا لہو جنتی کی مانگ سے بہہ کر کنویں میں گھلنے لگا۔

گھلتا رہا۔

◆◆◆

www.kitaabpoint.blogspot.com

نہ مرنے والا

وہ نیچے پان والے کی دکان کے ریڈیو پر پورے اعلانات سنے بغیر ہی کمرے میں لوٹ آیا تھا۔ نالیوں میں بہتا ہوا خون اس کے روئیں روئیں میں پسینہ بن کر تھرک رہا تھا۔ کمرے کا تالا کھولتے کھولتے وہ جھنجلا گیا۔ تالا ہمیشہ چابی کے پہلے پھیر میں کھل جایا کرتا تھا۔ لیکن اس وقت چابی ہی اندر نہ جا رہی تھی۔ اس نے مضبوطی سے ایک ہاتھ میں تالے کو پکڑا اور اپنے آپ کو پوری طرح قابو پا کر تالا کھول لیا۔ دروازہ کھولتے ہی اس نے چابی نکال کر تالا پٹخا کے فرش پر دے مارا۔ اس نے اپنے چابی تھامے ہاتھ کو دیکھا' اس کی گرفت میں پستول کانپ رہا تھا۔

"نہیں، نہیں۔"

وہ بڑبڑایا اور پستول پر گرفت چھوڑ دی۔ چاب چھناکے سے فرش پر جا پڑی۔ چابی دیکھ کر اسے جھرجھری سی آ گئی اور اس نے میز کے کنارے کو انگلیوں سے ہتھیلیوں میں نچوڑتے ہوئے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھا۔

آج ایسا موقع پھر کبھی نہیں آئے گا۔ اگر یہ آج بھی پستول کی طرح میرے ہاتھ سے پھسل گیا تو میں آنے والے کل کے زنداں میں ہمیشہ کے لئے قید ہو جاؤں گا۔

اس کے جسم کا سارا پسینہ اس کی ہتھیلیوں میں جمع ہو کر میز کے کنارے سے ٹپکنے لگا ایک قطرہ' دوسرا تیسرا۔

لمحے ایک ایک کر کے ٹپک رہے ہیں' وہ آیا کیوں نہیں۔

اس نے چھت کی طرف دیکھا۔ پنکھا بند تھا اور بند کھڑکی کے روزنوں سے آتی ہوئی آخری کرنیں اندھیرے کی گرفت میں سسک رہی تھیں۔ اس کے سانس تیز ہو گئے۔ وہ بڑی تیزی سے بجلی کے سوئچ کے پاس گیا اور ایک ہی جھٹکے میں بجلی اور پنکھے کے بٹن دبا دیئے۔ کرنیں دم توڑ گئیں۔ پنکھے کی ہوا نے اس کے دماغ میں بھڑکتی لپٹوں کو لمحہ بھر کے لئے دبا دیا۔ اس نے کھڑکی کھول کر قمیض کا نچلا بٹن بھی کھول دیا۔ ریڈیو پر سنے ہوئے اعلانات سنسناتے ہوئے اس کے کانوں سے گزر گئے۔ برسات کے دنوں کی خنک ہوا نے اس کے دماغ کی آگ کو پھر بھڑکا دیا۔ دور معدوم ہوتی فائر بریگیڈ کی گھنٹیاں خاموش ہو گئیں۔ اس نے گھنٹیوں کی آواز کی سمت دیکھا۔ مشرق کی طرف بڑی روشنی ہو رہی تھی۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

سورج تو اس طرف ڈوبا ہے یا سورج ابھی غروب نہیں ہوا اور میرے کمرے میں اندھیرا ابھی دانت تیز کر رہا ہے۔

اس نے گھوم کر چھت کی طرف دیکھا' بلب روشن تھا۔

نہیں نہیں چھت سے ابھی تک کرن کا خون ٹپک رہا تھا تو پھر صبح ہو رہی ہے؟ صبح ہے؟

اس کے سارے جسم کی گھبراہٹ نے آنکھوں میں آ کر سارے شہر سے سوال کیا۔ ان بھڑکتی لپٹوں لپکتی روشنی کی طرف سے آتا شور اس نے پہلی مرتبہ سنا۔ نعرے' شور' بڑھکیں' اس ہنگامے کی کئی کئی گونجیں جنہیں اس کے کانوں نے دو لفظوں میں ایک کر دیا تھا۔ صبح ہے؟ اس نے کھڑکی سے جھانک کر آسمان کی طرف دیکھا۔

تو یہ لمحہ بھی جل گیا؟

وہ چیخا۔ نیچے بازار میں قہقہے بلند ہوئے۔ اس کی نظریں آسمان سے پھسل کر بازار میں آ گئیں۔ بجلی کے کھمبے کے نیچے تین نوجوان کھڑے تھے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں کھمبے کی بیمار روشنی کا عکس چمک رہا تھا۔ پھر یہ عکس بجھ گیا اور اس نے کوئی چیز تہ بند کے ڈب میں اڑس لی۔ تینوں پھر ہنسے' کڑ کڑ کڑ' کمانی کھلی اور دوسرے نے کھمبے کی روشنی کا تیز دھار عکس فضا میں لہرایا' تینوں ہنسے اور بڑھتے ہوئے شور کے رخ بائیں بازار کی طرف مڑ گئے۔ اس نے پھر آسمان کی طرف دیکھا' ایک بہت بڑے شہاب ثاقب کی لکیر آسمان کو کاٹتی ہوئی نگاہوں کی حد بن گئی۔

نہیں سورج تو طلوع نہیں ہو رہا وہ تو ابھی میرے سامنے ڈوبا ہے اور روشنی مشرق میں ہے باقی آسمان سیاہ ہے نگاہوں کی حد پر اور بھی تو نصف دائرے کی شکل میں روشنیاں بھڑک رہی ہیں جو شاید اندھیروں کی اپنی کرنیں ہیں نگاہوں کی سرحد پر شور ہے لمحے ماتم کناں؟ یہ اندھیرے کی روشنی صرف موقع ہے نادر موقع نادر لمحہ اور یہ لمحہ اس وقت تک نہیں بیت سکتا جب تک میں اس کمرے کی رگوں میں بہتی روشنی نہ بجھا دوں یہ روشنی مجھ سے نہیں' تم سے ہے ان کی کرنوں کی انیاں زہر میں بجھی ہیں اور یہ لمحہ تریاق ہے میں اس کا بڑی مدت سے منتظر تھا اب میں یہ موقع نہیں جانے دوں گا۔

''آج تم زندہ بچ کر نہیں جاؤ گے۔'' وہ گھوم کر چیخا۔ اس کی نظریں بڑی تیزی سے دیواروں پر لگی تصویروں سے پھسلتی دروازے کے ساتھ پڑی ایزل کے پاس آ کر رک گئیں۔ ''سنتے ہو؟'' اس نے غیر مکمل قد آدم تصویر کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا ''لیکن تم ابھی تک آئے کیوں نہیں؟'' تصویر کی غیر مکمل مسکراہٹ مکمل ہو گئی۔ ''تمہارے سر پر موت منڈلا رہی ہے اور تم مسکرا رہے ہو؟'' اس نے بڑے غصے میں پیلٹ نائف اٹھا لیا ''میں تمہاری مسکراہٹ بہا دوں گا' قتل کر دوں گا'' وہ پاگلوں کی طرح چاقو لے کر تصویر کی

www.kitaabpoint.blogspot.com

طرف بڑھا۔

اس کا ہاتھ تصویر کے بالکل قریب جا کے رک گیا۔"اگرچہ تم مکمل ہو مگر تمہارا عکس نامکمل ہے۔جب تک کوئی چیز مکمل نہ ہو اسے ختم نہیں ہونا چاہئے۔میں تمہارا اور تمہارے عکس کا اکٹھا خون کروں گا۔"

اس نے سگریٹ سلگا کر پیلٹ اٹھالیا اور چاقو سے کینوس پر رنگ پھیلانے لگا۔اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے اور سگریٹ کا دھواں سیاہ رنگ میں گھل کر اس کے گرد پھیلنے لگا۔اس کا چاقو والا ہاتھ بڑی تیزی سے کینوس پر حرکت کر رہا تھا۔

پھیلتا ہوا سیاہ دھواں سمٹنے لگا' سمٹتا رہا' دائرہ تنگ ہوتا رہا۔پھر بڑے بڑے سیاہ ہاتھوں نے جیسے اسے کندھے پر بٹھا لیا۔"

میں کہیں نہیں جانا چاہتا میرے پاس وقت نہیں

اس نے کلبلا کر پنکھے کی طرف دیکھا' پنکھے کا ریگولیٹر کافی ہٹ کر تھا۔اس نے پنکھا تیز کرنے کے لئے اٹھنا چاہا'

اس کی رفتار کم ہے لیکن وقت بھی کم ہے میں پسینہ پسینہ ہو رہا ہوں ہونے دو اگر میں اٹھا تو لمحہ پگھل جائے گا بہہ جائے گا۔

اس کے پیروں میں اب دھوئیں کے تسمے کی گرہیں پڑ گئیں۔اس نے تنگ آ کر سگریٹ منہ سے نکال لیا۔دھوئیں کی شکلیں مسکرا دیں۔اس نے سگریٹ کو دیکھا"تم میرے نہیں ہو۔"اس نے سگریٹ سے تصویر کی طرف اشارہ کیا۔"تم اس کے ہو'تم' تم اور تم بھی۔"اس نے سگریٹ کو پیر سے مسلتے ہوئے دھوئیں سے کہا"تم سب سازشی ہو۔تم چاہتے ہو کہ میرے ہاتھ بندھے رہیں؟"

اس کی رگوں میں بہتے دھوئیں کی سیاہی پھیکی پڑنے لگی۔

آج میں اس سازش کو ختم کر دوں گا اپنے جسم میں بہتے زہریلے خون کو بدل دوں گا۔

اس نے سگریٹ کا پیکٹ اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔

تم ابھی تک آئے کیوں نہیں؟ تمہارے آنے کے بعد میں تمہاری ایک ایک چیز کو پھینک دوں گا یہ جگہ چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔

وہ دراز سے پستول نکال کر دیکھنے لگا پستول اس کے ہاتھ میں کانپ رہا تھا۔آج میرا ہاتھ کیوں کانپ رہا ہے؟ آج چلی ہوئی گولیوں کی بازگشت تو زنجیروں میں گونجنے سے پہلے ہی دم جائے گی۔اب اسے میرے ہاتھ سے نہیں پھسلنا چاہئے میں اتنا مضطرب کیوں ہوں؟ میری یہی حالت رہی تو نشانہ کہیں چوک نہ جائے اور میں پھر اندھیرے کی نوک پر گھومنے لگوں نہیں مجھے خود پر پوری طرح قابو پانا چاہئے وہ آتا ہی ہو گا۔

اس نے پستول میز پر رکھ دیا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

دور گولیوں کی آواز۔

اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا افق پر نئے اندھیرے جل رہے تھے۔ اس کی کنپٹیاں بجنے لگیں۔

گوروں کی غلامی سے نجات پانے کا عمل شروع ہو چکا ہے اور میرے ہم وطن دیوانگی میں ایک دوسرے کو ایک دوسرے کے وجود ہی سے آزاد کر رہے ہیں نفرت کو نفرت سے ذبح کر رہے ہیں بلیدان جھٹکا گھروں کو جلایا جا رہا ہے لیکن مجھے کیا! آج ہر انسان کا اپنا ہی قانون ہے اور ہر کوئی اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے تو میں بھی کیوں نہ اٹھاؤں میں آج یہ موقع نہیں جانے دوں گا۔

اس نے پھر پستول اٹھالیا اور رخ تصویر کی طرف کر دیا۔ اس کا ہاتھ پھر کانپنے لگا۔ میں ابھی تک بوکھلایا ہوا ہوں؟ مجھے پر سکون ہونا چاہئے ورنہ...... ورنہ...... اس نے پستول میز پر رکھ دیا اور پیالی میں تھرموس سے چائے انڈیلنے لگا۔

جب وہ آئے گا تو میں مسکرا کے سواگت کروں گا وہ مجھے کیفے ڈی سوزا میں چلنے کے لئے کہے گا تو میں ہنس کر کہوں گا اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ ابھی چلتے ہیں کافی ہی پینا ہے نا پھر میں بڑی ترکیب سے اس کے سامنے بہانے بہانے پچھلے سارے واقعات دہراؤں گا اس کے ساتھ ہی اپنی دوستی کا ذکر کروں گا۔ آہستہ آہستہ میں میٹھی میٹھی باتوں میں غصہ گھولنا شروع کر دوں گا جس طرح اب چائے کی پیالی میں شکر گھول رہا ہوں میں اس طرح کلائمکس کو بلڈ کر دوں گا کہ وہ غصے میں کھولنے لگے گا تلخی اتنی بڑھے گی کہ میں اسے گولی مار دوں گا اور ہر قسم کی قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔ میں تصویر میں دیکھتا ہوں اور مسکراتا ہوں کہ ابھی جب تم آ وگے تو نہیں رہو گے ہوں اب میں نے خود پر کافی قابو پالیا ہے۔

چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے اس کی نگاہیں پیالی میں چائے کے بھنور میں آ گئیں۔ اس نے دیکھا کہ بھنور میں لڑکی کی پرچھائیں گردش میں ہے" کیا مصیبت ہے میرا تصور مجھے لے ڈوبے گا۔"

تمہارا تصور تمہیں لے ڈوبے گا' اس کے کانوں میں کسی نے سرگوشی کی۔

خواہ مخواہ ہر وقت نہ سوچا کرو' اس کے دوست کی آواز آئی۔

تم بہت IMAGINATIVE ہے' کیفے والا ڈی سوزا مسکرایا۔

تمہارا تصور تمہیں لے ڈوبے گا' اس کے کانوں میں کسی نے سرگوشی کی۔

لے...... ڈوبے...... گا...... لے۔ ڈ...... و...... بے...... - گا' !! اس کے کانوں میں بازگشت تھی۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

تم کہاں ہو؟ وہ بھنور کے کنارے چیخا۔

وہ تم سے پہلے پاتال میں اتر گئی ہے۔ بھنور میں اس کے ہونٹوں نے اس سے کہا۔ کس کے ساتھ؟ میں تو یہاں ہوں۔

تمہارے دوست کے سر پر سانپ کا تاج ہے اور لڑکی کے سینے پر بائیں جانب ڈنک کے دو نشان دل سے سنہرا خون بہہ رہا ہے اور اس کی آنکھوں میں زہر بجھا خمار ہے

کہاں ہیں دونوں؟

پاتال میں۔ تاج کے سانپ کو دودھ چاہئے۔

میں اس سانپ کو کچل دوں گا

اس نے بھنور میں چھلانگ لگا دی۔

چھنن تتن 'تن' پیالی فرش پر گر کے ٹوٹ گئی۔ چھنن تتن 'تن' زنجیروں کا شور اس کے دماغ میں گونجا' وہ بے قراری سے ٹہلنے لگا۔

اس کی نگاہیں دیوار پر جنگل کی تصویر میں بھٹک رہی تھیں....... وہ اور اس کا دوست اور وہ لڑکی جنگل میں کھڑے تھے' چھن چھن۔

اس زنجیر کو اتار دو' اس نے لڑکی کے پیروں کی طرف اشارہ کیا۔

اس کا دوست اپنے تاج کے سانپ سے کھیلتا ہوا مسکرا دیا۔

یہ سونے کی ہے سنو یہ تمہارے پیچھے پیچھے آئے گی اگر تم نے مڑ کر اسے دیکھ لیا تو تم اسے کبھی نہ پاؤ گے۔

اس نے ہمیشہ مڑ کر پیچھے دیکھا تھا لیکن وہاں سب کچھ ہوتا تھا۔ ایک ایک نقش ایک ایک آواز' اب زنجیر کی آواز آتے آتے' رفتہ رفتہ بالکل معدوم ہو گئی تھی۔ اس مرتبہ جانے کیوں اس نے گھبرا کے مڑ کر دیکھا تو لڑکی وہاں نہیں تھی۔ خلا تھا' کوئی راستہ نہیں تھا۔ وہ جنگل میں تھا اور ہر قدم راستہ تھا۔ جنگل اور خلا کے درمیان سونے کی زنجیر پڑی تھی۔

''تم ایک فریبی دوست ہو' میں تمہیں.......''

وہ زنجیر کو تھامے جنگل کے زنداں میں پاگلوں کی طرح گھومنے لگا۔ ہر قدم راہ پر تھا اور ہر راہ نئی سلاخ کی طرف جاتی تھی۔

''میں تمہیں فنا کر دوں گا۔'' وہ دھاڑا۔ ''میں تمہیں دانتوں میں پکڑ کے جنگل میں گھسیٹتا پھروں گا۔ اور جب تم سسک سسک کر مر جاؤ گے تو میں تمہیں چیر پھاڑ کر کھا جاؤں گا۔''

اس کی ہنسی سے سارا جنگل گونج اٹھا۔ اس کی انگلیاں زنجیر کو بری طرح ہاتھوں میں مسلنے لگیں۔ اس کی نگاہیں سارے جنگل میں

www.kitaabpoint.blogspot.com

گھومتی میز پر پڑے پستول پر جا پڑیں۔اس نے ایزل پر رکھی تصویر اور پھر اپنے ہاتھ کو سرخ رنگ کی ٹیوب ہاتھ میں بری طرح کچلی گئی تھی۔وہ مسکرا دیا۔

''آج میں تمہاری موت کے بعد بھی نہیں مروں گا۔آج اس قسم کا کوئی قانون نہیں ہے کہ انسان دوسرے کو مارنے کے بعد زندہ نہ رہ سکے۔آج میں بھی آزاد ہو جاؤں گا۔''

''تم میں اتنی ہمت ہے؟تم مجھے قتل کر سکتے ہو؟''

اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا پھر تصویر کو۔''کیوں نہیں۔میں اس وقت بہت پرسکون ہوں۔

میری موت کے بعد اپنے دنوں کی قیمت کہاں سے دو گے؟''

''آج کے بعد میں نیا انسان ہوں گا۔''

''پیچھے مڑ کر دیکھنے پر تمہیں صرف زنجیر ملے گی۔''

''بکو نہیں۔میں پیچھے مڑ کر دیکھوں گا ہی نہیں۔''

تصویر ہنسی۔

''میں تمہیں مسخ کر سکتا ہوں۔''

وہ چھنگھاڑا اور سرخ رنگ کی مسلی ہوئی ٹیوب سے بھرا ہاتھ تصویر پر پھیر دیا۔تصویر لہو کی طرح ہو گئی۔

''لیکن میں مٹا نہیں۔''

کھڑکی سے ایک بار اور گولیوں کی بوچھاڑ کی آواز آئی۔اس نے لپک کر میز پر پڑا پستول اٹھایا۔

''یہ دیکھو۔میرا ہاتھ کانپ نہیں رہا۔میری اتنی مضبوط گرفت تو کبھی پینٹنگ کے برش پر نہیں ہوئی اور دیکھو میں ہنس بھی رہا ہوں۔اب وقت میری مٹھی میں ہے۔اب تم نہیں رہو گے،نہیں رہو گے۔

وہ پستول کا رخ اس کی طرف کر کے دائیں آنکھ کی سطح پر لایا۔

''کیا تنہا ہنستے رہتے ہو تمہیں خود کلامی کی بہت بری عادت پڑ گئی ہے۔''

وہ اور بھی زور سے ہنسا۔

''چلو چل کر کافی پئیں۔ڈی سوزا........ ارے ارے کیا کر رہے ہو........ یہ پستول........ کیا کر رہے ہو........ اس کا رخ

www.kitaabpoint.blogspot.com

.... کیا........"

تم سے آزادی حاصل کر رہا ہوں۔"

اس کے قہقہے پستول سے نکلی گولیوں کی آواز پر چھا گئے۔

"مے....... رے....... دو....... ست۔"

آواز پھیلتے ہی سرخ رنگ میں ڈوب گئی۔

اس نے آنکھیں میچ کر پستول جیسے اس کے سینے پر پھینک دیا اور پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر کمرے سے نکل کر بازار میں آ گیا۔

آج کافی کا مزہ نیا ہوگا۔

وہ کیفے ڈی سوزا کی طرف چلنے لگا۔

میں نے اب ہی جنم لیا ہے۔

اس نے بازار سے اپنے کمرے پر آخری نگاہ ڈالی۔

اگر یہ لمحہ بھی گزر جاتا تو میں اس بطن میں ہمیشہ کے لئے قید ہو جاتا۔اب میری زندگی کا ہر پل میرا اپنا ہے۔اب کسی پل پر اس کی مہر نہیں ہوگی۔اب میں سر بلند کر کے چل سکتا ہوں۔پہلے میری گردن پر اس زنجیر کا بوجھ تھا اور اب......"

وہ اور بھی گردن اکڑا کر مسکرایا۔

اگر میں اسی روز اسے قتل کر دیتا جس روز میری گردن جھکی تھی تو میں آج سے بہت پہلے آزاد ہو گیا ہوتا لیکن تب....... کون کہہ سکتا ہے کہ میرا ہاتھ نہ کانپتا بعد میں میرے پیروں میں بیڑیاں نہ ہوتیں اور مجھے بغاوت کے الزام میں....... آج تو میرا ہاتھ بالکل نہیں کانپا اور میں بڑی آزادی سے گھوم رہا ہوں۔

اس نے بجلی کے کھمبے کے نیچے سے گزرتے ہوئے اپنا ہاتھ دیکھا۔سرخ رنگ اس کے ہاتھ میں خشک سا ہوتا چپچپا ہو رہا تھا اور ہاتھ بری طرح کانپ رہا تھا۔اس نے پریشان ہو کر مڑ کے دیکھا۔کھمبوں پر روشن بلبوں کی زنجیر اس کے گھر تک خلا کو چیرتی چلی گئی تھی۔اس نے پھر اپنے سرخی میں ڈوبے ہاتھ کو دیکھا اور اسے فوراً دوسرے ہاتھ سے پکڑ لیا۔

یہ کم بخت اب بھی کانپے جا رہا ہے؟ میرا نشانہ! وہ مرا بھی یا نہیں؟ اسے مر جانا چاہئے وہ مر گیا ہوگا لیکن میرا ہاتھ؟ مجھے عجلت سے کام نہیں لینا چاہئے تھا کیا معلوم اسے گولی لگی بھی یا نہیں۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

''لیکن میں مرا نہیں۔'' اس کی آنکھوں میں تصویر کھلکھلا دی۔

لیکن فرش تو سرخ تھا او میرا ہاتھ؟ بھی سرخ۔ نہیں مجھے چاہئے تھا کہ پلان کے مطابق مسکرا کے اس کا استقبال کرتا جب وہ مجھے کیفے کو چلنے کے لئے کہتا تو میں اسے سمجھاتا کہ اتنی جلدی بھی کیا ہے کافی ہی پینا ہے نا؟ پھر میں باتوں باتوں میں اسے پاگل کر دیتا خود پاگل ہو جاتا پھر پورے اطمینان اور اعتماد کے ساتھ اسے گولی مار دیتا لیکن میں تو اس سارے عمل سے پہلے ہی پاگل ہو گیا تھا مجھے یاد ہے اس کے سیڑھیاں چڑھنے کی آواز آئی تھی جو کمرے میں آتے ہی بند ہو گئی تھی ہاں ہاں وہ آیا تھا یقیناً آیا تھا۔

اسکے ذہن میں قدموں کی آواز گونجنے لگی۔ سنسان بازار میں اس کے اپنے بوٹ چیخ رہے تھے۔ کرفیو کا وقت ہو رہا تھا اور بازار وقت سے پہلے ہی ویران ہو گیا تھا اب وہاں بندہ تھا نہ پرندہ۔

ہاں وہ آیا تھا ہو سکتا ہے وہ میرے ہاتھ میں پستول دیکھ کر تصویر کی اوٹ میں ہو گیا ہو....... اور....... اور اب....... اب .... لیکن میں نے خود اپنی گولیوں سے اس کے جسم کو چھدتا دیکھا ہے پھر بھی۔ ہو سکتا ہے....... ہو سکتا ہے کہ وہ تصویر کے پیچھے چھپ گیا ہو اور اب....... بوٹوں کی آواز اس کے دماغ پر برسنے لگی۔ اس نے کنپٹیاں دبا کر آنکھیں بند کر لیں اور پھر چلتے ہوئے ہی اپنے پیروں کو دیکھا'

نہیں میرے بوٹوں کی آواز اتنی نہیں ہو سکتی وہ میرا پیچھا کر رہا ہے تصویر کے پیچھے سے نکل کر....... وہ وہ مجھے پکڑے گا اور پھر اور پھر ساری عمر.......

اس کے قدم تیز ہو گئے' ہر مکان کے بند دروازوں سے چرچراتے ٹکٹ ٹک کرتے بوٹ اترنے لگے۔

دوڑو....... پکڑو....... قاتل کو پکڑو....... بھاگنے نہ پائے۔

قدموں کی آواز اور تیز' اور تیز....... اور قریب' اور قریب۔ دوسرے کھمبے سے گزرتے ہوئے ایک سایہ سا اس کے پیچھے سے نکل کر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا'

میں نے' میں نے کچھ نہیں کیا۔ مجھے نہ پکڑو۔ میں نے قتل نہیں کیا۔ میرا ہاتھ تو کانپ گیا تھا۔ لحظہ تو میرے ہاتھ سے پھسل گیا ہے۔ میں' تم' میں۔

اس نے گھبراہٹ میں چلتے چلتے گھوم کر پیچھے دیکھا۔ سایہ اس کے ساتھ چند قدم چل کر آگے بڑھ گیا تھا۔ پیچھے کچھ نہیں تھا۔ زنجیر بھی نہیں۔ بس سامنے دور تک کھمبوں کی قطار اونگھ رہی تھی۔ مکانوں میں سناٹا تھا۔ تاریکی تھی۔ بلیک آؤٹ نہ ہونے کے باوجود گھروں

www.kitaabpoint.blogspot.com

میں جیسے بلیک آؤٹ تھا۔ بازار میں چپ کا راج تھا جیسے اس کے چرچراتے ٹک ٹک کرتے بوٹ مرتعش کر دیتے تھے اور یا پھر کبھی کبھی گولی چلنے کی آواز یا دور سے آتے نعرے دہلا دیتے تھے' نیم جان شور فائر بریگیڈ کی دم گھٹی گھنٹیاں بہت دور نہ جانے محلے کے کتے بھی کہاں غائب ہو گئے تھے۔

وہ لحہ بھر کے لئے رک کر ہمہ تن گوش ہو گیا اور نظریں کسی بھی جاندار چیز کی تلاش میں تھڑوں تک کے نیچے بھٹک کر ناکام لوٹ آئیں۔

تم نہیں ہو ورنہ یقیناً میرا تعاقب کرتے گولیاں تمہیں چیر کر تمہاری زندگی لے گئیں وگرنہ تم میں تھوڑی سی جان بھی ہوتی تو چیخ پکار ضرور کرتے پھر میں نے تمہیں خود گرتے دیکھا تھا دیکھا تھا؟ واقعی؟ ہاں دیکھا تھا میں بھی خواہ مخواہ تصور کے بہاؤ میں آ گیا اور آج تو میرا ہاتھ کانپ ہی نہیں سکتا تھا آج تو کسی کا بھی ہاتھ نہیں کانپ سکتا۔

وہ مسکراتا ہوا مکانوں پر نظریں دوڑاتا پھر سے چلنے لگا۔

لوگ بھی تو گھروں میں نہیں ہیں ورنہ کسی نہ کسی روزن ہی سے سہی روشنی ضرور جھلکتی یہ سب بھی موقع سے فائدہ اٹھانے گئے ہیں اپنے آپ کو اپنے آپ سے آزاد کرنے گئے ہیں اپنے اپنے ہتھیاروں کی پیاس بجھانے گئے ہیں کتنے بلیوں کو بھی پتا چل گیا ہے کہ آج قانون نفرتوں میں تقسیم ہو گیا ہے۔ محبتوں سے انصاف سے آزاد ہو گیا ہے قانون اسی لئے تو میں اس لمحے اتنا پراعتماد تھا میں نے تمہارے خون میں تمہاری آواز غرغراتی سنی تھی مجھے یاد ہے کہ تصویر نے کہا تھا میں مٹا نہیں اور میں نے تم دونوں کو اکٹھا مٹا دیا تھا پستول کی نالی میں اب بھی بارود کی بو ہو گی وہ میرا پستول نہیں ہے یقین جانو میں نے تم کو قتل نہیں کیا تم نے خود اپنی جان لی ہے یا پھر تمہیں وہ لوگ مار گئے ہوں گے جو اندھیروں کی لو کو اونچا کر رہے ہیں میں نے پستول کا گھوڑا نہیں دبایا تھا میں نے تو صرف ریت گھڑی کے درمیانی سوراخ پر انگلی رکھی تھی وقت کو خاموش کیا تھا۔ جانے گھڑی کا شیشہ کس نے توڑا ہے۔ میں نے تو....... تم قتل ہو گئے سچ سچ سچ میں نے تو صرف....... ہاں البتہ میں نے پگھلتے لمحوں کی موم کو جامد ضرور کیا تھا۔ ہوں! ہوا کی گرہ بھی کھل گئی!

میں بھی آزاد ہو گیا۔

اس کے ہونٹ عیارانہ مسکراہٹ میں پھیل گئے۔ وہ کیفے کا دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ کیفے کا مالک نیم روشنی میں دروازے کے ساتھ کاؤنٹر پر بیٹھا کیش گن رہا تھا۔

اس کی آہٹ سے یکدم چونک کر ڈی سوزا نے نوٹ دراز میں رکھ کر فوراً چابی گھما دی۔ پھر اسے پہچان کر اسے اطمینان ہو گیا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

''ہیلو۔''

''ہیلو۔''

''اومین! تم ادھر کیا کرتا؟ کرفیو کا سائرن بجنے والا ہائے۔''

''کافی پیوں گا۔'' وہ مسکرایا۔

ڈی سوزا اس سے ہاتھ ملا کر اس کے لئے سامنے کی میز کے اوپر والا پنکھا چلانے لگا کہ اس کی نظریں اپنے ہاتھ پر پڑ گئیں۔ اس کے حلق سے چیخ نکلتی نکلتی رہ گئی۔ اس نے فوراً اس کے ہاتھ کو دیکھا پھر اپنے ہاتھ کو''

بلڈ! وہ بلڈی مین۔ تم بھی آج .... یو ٹو؟''

''ہاں .... نو .... نو .... نہیں۔ یہ تو .... '' وہ گھبرا گیا۔

''گوش۔ یو بلڈی پینٹر۔ پینٹنگ کے بعد ہاتھ تو واش کرا کرو۔''

''شکریہ'' اس نے رومال سے ماتھے کا پسینہ پونچھ کر اپنی سرخ' پپڑی جمتی ہتھیلی کو دیکھتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کی۔'' کافی پلیز۔''

''کرفیو لگنے والا ہے ابھی سائرن ہو جائے گا۔ تم آج بھی یہیں سونے کو مانگتا؟''

''یو آر سو سویٹ'' وہ سنک پر جا کر ہاتھ دھونے لگا۔

یو بلڈی پینٹر!''

وہ دروازے کے ساتھ والی میز پر بیٹھ گیا۔

''تمہیں ڈر نہیں لگتا؟'' ڈی سوزا نے اس کے سامنے کافی کا سامان رکھتے ہوئے کہا۔

''تمہاری کوئی اینی می نا ہیں؟ کوئی تمہیں مرڈر کر دے تو؟''

''نو .... نہیں۔ اب میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔'' مسکرایا۔

''ارے وہ تمہارا فرینڈ کدھر ہوتا؟ ادھر نظر نہیں آیا۔''

''میرا دوست!'' وہ کافی کا پیالی اٹھاتا ہوا ہنسا۔'' وہ .... وہ .... ''

اس کی نظریں دروازے سے باہر جم گئیں اور اس کے ہاتھ سے پیالی چھوٹ کر چھناکے سے ٹوٹ گئی .... اس کا دوست سامنے سڑک پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا' تیزی سے کیفے سے باہر نکلا اور سڑک پر آ گیا۔ ڈی سوزا کیفے کے دروازے سے چیخا۔

''او مین....... سائرن....... سائرن۔ کرفیو۔ کم ان کم ان۔ تم کیا کرتا۔''

وہ اس جگہ آ کے کھڑا ہو گیا جہاں اس کا دوست مسکرایا تھا۔

وہاں کوئی نہیں تھا۔ سڑک سنسان تھی دو رویہ اونگھتی روشنی والے بلب دور تک اندھیرے کو چیرتے ہوئے چلے گئے تھے اور سائرن' سائرن کی دل دہلا دینے والی آواز اور یا اب دروازے سے باہر نکل کر چلاتے ڈی سوزا کے لفظ' اس نے چاروں طرف دیکھا' ہر طرف اندھیرے میں بس ایک سایہ تحلیل ہوتا نظر آتا تھا۔

''سا....... سائرن....... سائرن بجتا بلڈی فول۔ کم ان۔ برٹش گولی مارتے وقت کچھ نہیں دیکھتا۔''

موڑ مڑ کر سامنے سے آتی ہوئی روشنی نے یکلخت اسے اندھا کر دیا۔ ہارن' سائرن' ہارن' سائرن۔ اور ڈی سوزا اسے بازو سے پکڑ کر عین جیپ کے سامنے سے گھسیٹ کر کیفے کے اندر لے آیا اور دروازے کی چٹخنی چڑھا دی۔

''میڈ مین!''

اس نے ہاتھوں سے آنکھیں مل کر اپنے گردوپیش دیکھا' ڈی سوزا اپنا آدھا منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا پھر میز پر ٹوٹی پیالی کو اس کی نظروں نے کھنگالا' پھر میز کے کنارے پر آ کر اس کی نظریں اٹک گئیں۔

میز کے کنارے سے پگھلی موم کے لمبے بڑی تیزی سے ٹپک رہے تھے۔

◆◆◆

www.kitaabpoint.blogspot.com

دیوار اور دروازہ

رات

دس بجنے میں پانچ منٹ

اس نے دروازے کی اوٹ میں ہو کر سوچا' ایک دفعہ اس دروازے سے باہر قدم رکھ لوں پھر میں آزاد ہی آزاد ہوں۔

لیکن ہسپتال کے پورچ میں بڑی تیز روشنی تھی اور چوکیدار ہاتھ میں ڈانگ لئے ٹہل رہا تھا۔ پورچ سے ذرا آگے سرمئی سے اندھیرے میں دھندلی سی دیوار تھی۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہاں سے تو نکل تو جائے گا مگر سامنے کی دیوار کو کیسے پھلانگے گا کہ اس نے دروازے کی اوٹ سے ذرا جھانک کر دیکھا تھا اور اسے اس دیوار میں دور تک کوئی دروازہ نظر نہیں آیا تھا۔

اس وارڈ کے بیرے کم بخت نے مجھ سے پانچ روپے رشوت بھی لی اور یہ بتایا ہی نہیں کہ پورچ کے سامنے دیوار ہے جس میں دروازہ کوئی نہیں اگر دیوار نہ ہوتی تو بھی میں اس روشنی کے جال سے بچ کر کیسے نکلوں گا۔ اس کی نگاہیں پھر دیوار کو ٹٹولنے لگیں' یہ تو وہی دیوار ہے اور وہی سایہ ہے میرا۔ پورچ میں گڑگڑ کی آواز دو روشن آنکھوں میں بجھی۔ چوکیدار ڈانگ سڑک پر کھڑکاتا ایمبولینس کے ڈرائیور کی طرف بڑھا۔

دیوار کا بندوبست بعد میں ہو جائے گا پہلے میں یہاں سے تو نکلوں۔ مزید کچھ سوچے سمجھے بغیر وہاں سے دبے پاؤں نکل آیا اور ایمبولینس کی آڑ لے کر دبے پاؤں پورچ سے نکل گیا۔

یہ دیوار کہاں گئی اور وہ رہی سامنے اپنی جگہ سے کھسک گئی یا پہلے ہی وہیں تھی۔

وہ اندھیرے اور روشنی کے گھلتے ہوئے سرمئی تالاب میں کھڑا تھا۔ اس نے گھوم کر دیکھا' کاہلی کے بیرے زخمی کو ایمبولینس سے نکال رہے تھے اور چوکیدار ایمبولینس کے ڈرائیور سے سگریٹ لے رہا تھا۔ بے حس و حرکت زخمی کو دیکھ کر اسے جھرجھری آ گئی۔ اس نے چہرہ پھر سامنے دیوار کی طرف کر لیا اور ایک بار پھر دروازہ'

نہیں دروازہ ہو تو نظر آئے اور یہ دیوار اندھیرے میں گھل...... اوہ نہیں میں نے وارڈ بیرے پر پانچ کا نوٹ ضائع نہیں کیا یہ دیوار تو دیکھتے ہی دیکھتے میری آنکھوں میں گھل رہی ہے اچھا اس نے مجھے بتایا تھا کہ اگر میں دائیں طرف گیا تو ممکن ہے پکڑا جاؤں اور

www.kitaabpoint.blogspot.com

اگر اس بغل والی عمارت کے ساتھ ساتھ چل کر بائیں جانب مڑا تو بڑے دروازے سے باہر نکل جاؤں گا۔

رات اندھیری تھی۔ پورچ کی روشنی دالان میں پارکنگ کی جگہ کھڑی کاروں تک بھی نہیں پہنچ پا رہی تھی۔

کوئی بھی تو نہیں دیکھ رہا!

نہیں

ڈیوٹی کے سپاہی بھی ہسپتال کی کینٹین سے چائے پی کر کاغذی میں زخمی کی رپٹ درج کرنے چلے گئے تھے۔ چوکیدار ایمبولینس ڈرائیور کے ساتھ گپ لگاتے ہوئے ایمبولینس وین کا ٹائر ڈانگ سے بجانے میں مصروف تھا۔ دور اکا دکا آف ڈیوٹی نرسوں کے سائے اپنے دوستوں سے جدا ہو کر جلدی جلدی اپنے ہوسٹل کی جانب بڑھ رہے تھے۔ کافی دور مین گیٹ کا چوکیدار ایک کار رو کے کھڑا تھا جو کہ باہر جانے کے راستے سے اندر آ رہی تھی اسے دیکھ کر وہ مسکرایا'

بھلا یوں بھی کبھی ہوا ہے کہ باہر جانے کے راستے سے اندر...... ہوں اور تو کوئی نہیں صرف کتوں کا راج ہے۔

اے اے بھونکنا نہیں

کتوں کو اس پر بھونکنے کی فرصت نہیں تھی' وہ آپس میں بہت مصروف تھے۔ کہیں وہ چوکیدار اس کار والے کو اس طرف سے اندر آنے کی اجازت نہ دے ورنہ میں کار کی روشنی میں

اور کار آہستہ آہستہ گیٹ سے اندر بڑھنے لگی۔ سرمئی تالاب میں کھڑے کھڑے اس کا سانس پھول گیا'

نہ نہ نہ روشنی بند کر دو ورنہ وہ مجھے پکڑ کر لے جائیں گے وہ دیوار کم بخت وہ سامنے کی عمارت ہاں وہ رہی لعنت ہے مجھے گھبرانا نہیں چاہئے۔

وہ اندھیرے میں بے تحاشا بھاگنے لگا۔ سامنے عمارت تک پہنچتے اسے صدیاں بیت گئیں۔ اس نے ہانپتے ہوئے عمارت کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا لی۔ تو یہ وہ دیوار نہیں ہے یہ تو اینٹوں کی دیوار ہے۔ اس نے اپنے سانس پر قابو پاتے ہوئے دیوار کا جائزہ لیا۔ اس میں تو دروازے کھڑکیاں بھی ہیں تو وہ دیوار نہیں ہوگی شاید میری آنکھوں میں جھلی آ گئی ہو۔

وہ دیوار سے پیٹھ لگائے اس کے ساتھ ساتھ کھسکنے لگا۔ عقب سے تو وہ بالکل محفوظ تھا کہ دیوار کے ساتھ چپکا ہوا کھسک رہا تھا۔ اگر کوئی پیچھا کرتا آئے گا تو اس کے سامنے ہوگا۔

چرررررر

www.kitaabpoint.blogspot.com

اس کا ہاتھ فوراً ہینڈل پر جا پڑا اور پشت کے بل گرتے گرتے بچا۔

دروازہ۔

اس نے غور سے دیکھنے کی کوشش کی۔ اس کی آنکھیں اندھیرے میں سیاہ ہو گئیں یا روشنی میں اندھی' اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس کی آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے۔ میں سرمئی تالاب کی تہہ میں پہنچ گیا ہوں یا...... اس نے دروازے کے ہینڈل سے ہاتھ اٹھا کر اپنی آنکھیں ملیں' کئی روشن داغ مختلف سمتوں سے آ کر ملے اور پگھلی کولتار کا داغ ہنستا ہنستا سیاہ قبا پر پھیل گیا۔

کسی اختلاف پر کتے بھونکے۔ وہ بدک کر اندھیرے کی اوٹ میں ہو گیا۔ دالان میں چند سائے حرکت کر رہے تھے۔ بھونکتے رہو کتے کے بجائے اس نے دروازہ بند کر دیا۔ کتوں کی آواز ڈوب گئی۔

''کووووون؟''

اتنی گونج تو گویا میں کسی بہت بڑے ہال میں آ گیا ہوں۔

کسی کے ہاتھ میں دائرہ سا روشن ہو کر اس کے چہرے پر مرکوز ہو گیا'

''کون ہو تم؟ بولوووو۔

''میں؟'' وہ آنکھیں جھپکتا روشنی کے دائرے کی طرف بڑھا۔

میں؟ میں؟

ٹارچ والے نے روشنی کا دائرہ اس کے چہرے پر رکھا اور قریب ہی دیوار کی طرف دوسرا ہاتھ بڑھایا۔ ہال روشن ہو گیا۔ ٹارچ بجھ گئی وہ اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے لیکن اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ سب کچھ بھول گیا۔

کتنا سیاہ رنگ ہے اس کا...... تو اندھیرے میں نظر نہیں آیا ٹارچ کی روشنی میں بھی...... اور اور اس کی آنکھ بھی تو ایک ہے سائیکلوپس پورے دس بجے ہیں۔

اس کی نظریں سامنے سے دیوار پر لگے کلاک سے اتر کے ہال میں گھومنے لگیں۔ ہال کے اس شروع سے لے کر اس شروع تک لوگ پلاسٹک کی سفید چادریں تانے محوخواب تھے' یہ بھی ہسپتال ہے۔ وہ گھبراہٹ میں مڑا' لیکن یہ مریض تو پلنگوں کے بجائے پتھر کی میزوں پر پڑے ہیں۔ پہلی مرتبہ' یہاں مدتوں سے بسنے والی بو نے اس کی ناک کو چیرا۔ یہ یہ بو وارڈ کی بو سے بہت مختلف اور بہت تیز ہے' سوں سوں

www.kitaabpoint.blogspot.com

پہلی یا آخری میز کے قریب کھڑے تنہا آنکھ والے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا'

''تو تم ہسپتال سے آئے ہو۔ ہوں؟ فرار ہو کر۔''

ہال کو اونچی چھت سے فرش کو ملاتے ستون' محرابیں' غوں غوں' غوں غوں' روشندانوں میں کبوتر پھڑ پھڑائے۔ یہ بو کیسی ہے؟ وہ ابھی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ یہ خوشبو ہے یا بدبو سوں سوں

ایک آنکھ والے نے اپنے موٹے موٹے سیاہ ہونٹوں پر چپکی طنزیہ مسکراہٹ کو برقرار رکھتے ہوئے کہا'

''یہ فارملین کی خوشبو ہے....... تم گونگے ہو؟''

اس نے ایک بار پھر اسے غور سے دیکھا۔ تنہا آنکھ والے کی واحد ماتھے کے وسط میں نہیں تھی.......

''نہیں سائیکلوپس۔''

''تو پھر تم بولتے کیوں نہیں؟''

.... بلکہ اس کی دوسری آنکھ کی جگہ بالکل سپاٹ تھی۔

''میں اس۔ سٹول پر بیٹھ جاؤں؟'' اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ''میں بہت تھک گیا ہوں۔''

اگر تم ہسپتال سے پورا علاج کروا لیتے' اور ڈاکٹر تمہیں خود ڈسچارج کرتے تو یہ نقاہت....... ''

''میں بیٹھ جاؤں؟'' اس نے بات پلٹنے کی کوشش کی۔

''بیٹھ جاؤ۔'' وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔ ''ہوں' اب بتاؤ تم وارڈ سے کیوں بھاگے؟''

''وارڈ؟'' اس نے بڑی معصومیت سے کہا۔ ''میں تو ہسپتال میں داخل ہی نہیں ہوا کبھی۔''

''جھوٹ۔ تم نے ہسپتال کی وردی پہنی ہوئی ہے۔''

اس نے اپنے لباس کو دیکھا۔ ''نہیں تو۔''

''ہاہاہاں۔''

وہ ہنستے ہنستے اس کے سامنے سٹول پر بیٹھ گیا۔

''تم مجھے جھٹلا نہیں سکتے۔ لمبی دھاریوں والا کرتا پاجامہ۔ ہسپتال میں داخل ہر مریض کو یہ کپڑے پہننے پڑتے ہیں۔''

دھاریوں والا کرتہ پاجامہ نہیں یہ دھاریاں کہاں ہیں یہ تو سلاخیں ہیں اور میں قید میں ہوں۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

''یہ لباس تو میں شروع سے پہنے ہوئے ہوں۔''

''لباس تو یہی ہوتا ہے۔''

تو سلاخیں یہاں آ کر ظاہر ہوتی ہوں گی یہیں آ کے میں آزاد ہوا تھا یا قید ہوا تھا؟ یہاں آنے سے پیشتر کوئی آزاد ہوتا ہے نہ قید اور یہ زنداں ہے؟

''نہیں' میرا مطلب ہے ازل ہے''

''پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو۔ بہرحال تم یہ بتاؤ کہ تم وہاں سے بھاگے کیوں؟''

''کیوں بھاگا؟ کیوں بھاگا! ہوں۔ بڑی سیدھی سی بات ہے۔ میں وہاں رہنا نہیں چاہتا ہوں گا۔''

''تو پھر یہاں کیوں آئے؟''

''کیوں۔ ہاں۔ میں یہاں کیوں آیا؟ محض اتفاق سمجھ لو۔''

اس نے اپنے کندھے جھٹکائے۔ ایک آنکھ والا اسے بڑی دلچسپی سے دیکھتا مسکرا رہا تھا۔ اب اس کی آنکھ میں اتنی نرمی سی تھی کہ اسے پوچھنے کی جرات ہو گئی'

''تم کون ہو؟''

''میں کون ہوں؟''

ہال میں ہنسی کی بازگشت

''مجھے کیا پتا؟''

پھڑ پھڑ پھڑک' غڑوں' غڑوں۔

یہ یہ مجھے یہ مجھے جانتا ہے اس کی بول چال کے انداز سے تو یہی معلوم ہوتا ہے جیسے اسے سب پتا ہو یہ مجھے بھی بتا سکتا ہے کہ میں کون ہوں کاش میں بتا سکتا کہ میں کون ہوں میں بکھرے ہوئے لمحوں کو کیسے جمع کروں وہ تو راکھ ہو کر ہواؤں میں بکھر گئے یہ مجھ سے کہے جا رہا ہے کہ میں ہسپتال سے آیا ہوں لیکن مجھے اچھی طرح پتا ہے کہ میں کہیں سے آیا ہوں نہ کہیں گیا ہوں میں تو یہیں تھا اور یہیں ہوں اگر میں کوئی تھا تو ہو سکتا ہے اسے علم ہو' ہو گا' ہونا چاہئے اسے بعض ایسی باتوں کے بارے میں علم ہے جو

اس نے اٹھ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کو کندھوں سے تھام کر اپنی طرف متوجہ کر کے التجا کرنا چاہی لیکن جیسے اس کے کندھے

www.kitaabpoint.blogspot.com

تھے ہی نہیں وہ سٹول پر جیسے پھر بٹھا دیا گیا اور اس کے ہاتھ اس کی گود میں لوٹ آئے۔ تنہا آنکھ اس کی آنکھوں کو نگلنے لگی اسے کپکپی آ گئی۔ اس نے اپنی نگاہیں ہٹا کر یہ دیکھنے کی کوشش کی وہ میز کے ساتھ لگ کر اپنے ہاتھ سے کیا کر رہا ہے لیکن اس کی آنکھ میں مقناطیس تھا۔ ایک آنکھ والے نے پلاسٹک کی چادر سے جھانکتا سوکھا ہوا ہاتھ ڈھانپا۔

''ہوں....... تو؟''

ہوں تو کیا یہ مجھ ہی سے سوال کئے جا رہا ہے میں تو اس سے پوچھوں یہ کون ہے یہ جگہ کون سی ہے او پلاسٹک کے نیچے کون لوگ بیہوش پڑے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی کروٹ تک نہیں بدلی میں اس سے پوچھوں؟ پوچھوں میں نے اس سے ایک سوال پہلے بھی پوچھا تھا لیکن جواب؟ اور اب اگر اتنے ڈھیر سارے سوال نہیں پہلے یہ پوچھوں کہ یہ لوگ ارے کہیں یہ لوگ

عجیب و غریب قسم کا خیال آتے ہی جانے اس کا دل اتنے زور سے کیوں دھڑکنے لگا کہ ہال میں گونج اٹھا۔ اس گونج کے لاتعداد آبشار اس کے دماغ میں گرنے لگے۔ اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے' یہ شور....... یہ شور' یہاں تو اتنی خاموشی تھی! اس کی آنکھیں ابھر آئیں' پتلیاں پھیل گئیں۔ ساری روشنی پسینے میں ڈوبے شیشوں پر بکھر گئی' یہ شور....... میں اندھا ہو گیا ہوں۔ وہ چیخا' تم کہاں ہو؟''

''تمہارے پاس....... کیوں؟ کیا ہوا؟''

''مجھے....... مجھے معاف کر دو....... آئندہ کبھی ایسا خیال اپنے دماغ میں نہیں آنے دوں گا۔''

''کیسا خیال؟''

ایک آنکھ والے نے آنکھ جھکا کر ابھری ہوئی پلاسٹک کی چادر پر انگلیاں پھیریں۔

''تمہیں نہیں پتا؟''

وہ حیران رہ گیا۔ آبشار کانوں میں خشک اور اس کی آنکھوں کے شیشے بالکل صاف ہو گئے۔

''نہیں۔''

''نہیں۔ تمہیں علم ہے۔ تم خواہ مخواہ بن رہے ہو۔ ابھی میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا۔''

''عجیب' پاگل آدمی ہو۔ میں تو الف ب نہیں پڑھا ہوا۔ خیال کیسے پڑھ سکتا ہوں۔''

میں یونہی ڈر گیا تھا' اس کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے' نہیں یہ جھوٹ بکتا ہے یہ اگر واقعی لاعلم ہے تو اس کی گفتگو کے

www.kitaabpoint.blogspot.com

انداز میں تمسخر کیوں ہے شاید میرا وہم ہو۔

''تم جاؤ مسٹر' جو کوئی بھی ہو' اپنی راہ لو۔ میرے کام میں حرج ہو رہا ہے۔'' اس نے پلاسٹک کی چادر پر آنکھ گاڑتے ہوئے کہا۔

''تم کون ہو؟''

بڑے آرام سے یہ سوال اس کی زبان سے پھسل گیا اور وہ اپنی جرات پر حیران رہ گیا۔

''میں؟''

اس کی آنکھ بڑی تیزی کے ساتھ پلاسٹک کی چادر سے نکل کر اس کی آنکھوں میں پیوست ہو گئی۔ اس کے پیٹ میں جیسے خلا پھیلنے لگا' میں نے یہ کیوں پوچھا۔ خلا اس کے پیٹ سے رینگتا حلق میں آ کے اٹک گیا۔ مجھے متلی کیوں ہونے لگی ہے یہ عجیب سایہ ہے کہ روشنی میں بھی سینے کو چاٹتا ہے اور اندھیرے میں بھی حلق کو ڈستا ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ کو گلے میں تھام کر خشکی کو نگلا' آنکھ اس کی آنکھوں میں پگھل گئی' مسکرا دی۔

ہمیں یہاں صفائی وغیرہ کرتا ہوں۔''

''صفائی وغیرہ؟''

''خاکروب' چوہڑا' بھنگی جو جی میں آئے کہہ لو' بعض لوگ مجھے سویپر کہتے ہیں۔''

تو یہ سویپر ہے یہاں کا۔ میں اس سے خواہ مخواہ خائف ہو رہا ہوں ہنہ

اس نے بڑے اعتماد سے کہا'

ہمیں تمہیں سائیکلوپس سمجھا تھا۔''

وہ کیا ہوتا ہے''

''وہ ایک آدم خور' کافر قسم کا جن تھا جس کے ماتھے میں ایک آنکھ تھی اور.......''

''میں وہ نہیں ہوں۔''

اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ نہیں جاتی تھی۔

''تمہارا نام کیا ہے؟''

''جو نام مرضی آئے دے دو۔''

www.kitaabpoint.blogspot.com

"ناموں سے مجھے بھی دلچسپی نہیں اس لئے مجھے خود بھی اپنے نام کا پتا نہیں۔ یہ جگہ کیا ہے؟"

"میڈیکل کالج کا اناٹومی ہال۔ یہاں مردوں کی چیر پھاڑ سے علم حاصل کیا جاتا ہے۔ اس سامنے والے دروازے کے ساتھ مردہ خانہ ہے۔ یہاں پر وہ لاشیں رکھی جاتی ہیں جن کا پوسٹ مارٹم ہوتا ہے۔ یہ مردے ڈس سیکشن ہال میں نہیں آتے۔ لاوارث لاشوں کے لئے سرد خانہ الگ ہے یہاں کی سپلائی وہیں سے ہوتی ہے اب تم جاؤ مجھے بہت کام کرنا ہے۔"

"کیا کام کرنا ہے؟"

"صفائی۔"

"ہوں! یہ بڑی دلچسپ جگہ ہے۔"

"ہاں۔ مگر یہاں آنے سے لوگ ڈرتے ہیں۔"

"بے وقوف ہیں۔ تم ہر وقت مسکراتے رہتے ہو۔"

"سب کو مجھ سے یہی شکایت ہے۔"

"دس بجے ہیں' تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

اس کی واحد آنکھ میں ایک مرتبہ پھر بجلی کوندی اور اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے تھوک نگلا' نہیں نہیں میں اپنی بات واپس لیتا ہوں۔ خاکروب کا ہاتھ بڑی تیزی میں میز سے اٹھا اور راستے میں پھر مٹھی بن کر میز پر جا پڑا' غائب مسکراہٹ پھر لوٹ آئی۔

"معلوم ہوتا ہے تمہیں الٹی سیدھی باتیں کرنے کی عادت ہے۔ میں دن رات یہیں رہتا ہوں۔ جب سٹوڈنٹ ڈس سیکشن کر کے چلے جاتے ہیں تو میں چاقوں کو فارملین سے صاف کرتا ہوں تاکہ کیڑے نہ پڑ جائیں۔ پوسٹ مارٹم میں نکلے اعضا کو فارملین کے مرتبانوں میں اور اس علاقے کو ہر قسم کی گندگی اور بو سے پاک رکھتا ہوں۔"

سوں سوں' اس نے اپنی انگلی سے ناک وملا۔

"ہاں سنا ہے یہاں سے بو آتی ہے۔ بو کیا ہوتی ہے' مجھے تو نہیں آتی۔ اب تم جاؤ۔"

میرا یہاں سے جانے کو جی نہیں چاہتا۔

اس نے ایک بار پھر ہال کا جائزہ لیا۔ ایک کونے میں سجی الماریوں میں بہت سے شیشے کے مرتبان پڑے تھے

"یہ کیا ہے؟"

www.kitaabpoint.blogspot.com

وہ اس کا جواب سنے بغیر اٹھ کر ایک الماری کے سامنے جا پہنچا۔ دل' گردے' جگر' دماغ' پھیپھڑے' جسم کے کٹے ہوئے اعضاء اور بچے' اسقاط شدہ اور نوزائیدہ بھی مرتبان میں پڑی فارملین میں جیسے نہا رہے تھے' مکمل نامکمل ننھے منے' پیاری سی ادھ کھلی آنکھیں' بازو اور ٹانگیں پیٹ کے ساتھ جوڑے' ٹھوڑی کو سینے سے لگائے' حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے دھیرے دھیرے اپنا ہاتھ بڑھایا اور شیلف پر رکھے مرتبانوں میں سے ایک کو اپنی طرف کھسکایا۔

''اونہوں۔''

اس نے گھوم کر دیکھا' خاکروب اس کے بالکل قریب کھڑا تھا۔

''نہیں۔ اسے مت چھیڑو' مرتبان گر کے ٹوٹ گیا تو یہ جگہ خالی ہو جائے گی۔'' اس نے اپنی آنکھ کے مقناطیس کو اس کے اور قریب کرتے ہوئے اشارہ کیا۔ ''آؤ ادھر کو آ جاؤ۔''

اس کا سارا خوشگوار سا ہیجان اس کی آنکھ میں کھو گیا اور وہ منہ لٹکائے اس کے پیچھے پیچھے اس میز کے پاس آ گیا جہاں وہ پہلے بیٹھے تھے۔

''مجھے کوئی دلچسپی نہیں کہ تم کون ہو' کیوں آئے ہو اور ایسی ہی بکواسیات۔ اب تم مہربانی کرو اور چلے جاؤ۔''

''کہاں جاؤں؟''

''جہنم میں جاؤ۔ جہاں مرضی ہے جاؤ لیکن یہاں سے چلے جاؤ'' اس نے بڑی بے صبری سے اس میز کو دیکھتے ہوئے کہا' جس کے ساتھ وہ بیٹھے تھے۔

''میں نہیں جاؤں گا۔'' اس نے بچوں کی طرح ضد کی۔ ''مجھے یہاں بہت اچھا لگتا ہے۔''

''اوہ۔ تم کیا شے ہو؟'' وہ بالکل اکتا گیا تھا۔

''میں؟''

میں؟ اس نے پتھریلی میزوں پر پلاسٹک کی چادروں کے نیچے محوِخواب لوگوں کی طرف دیکھا۔ اس کا ہاتھ آہستہ آہستہ اٹھ کر اس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا' یہ میرا ہاتھ ہے جسے میں دیکھ رہا ہوں۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ٹٹولا' یہ میرا جسم ہے یہ میں ہوں اور سب کچھ دیکھ رہا ہوں اس لئے میں ہوں کسی طرح میں بھی یہ ملائم چادر اوڑھ کر پتھر کی نرم نرم سطح پر نہیں سو سکتا میں بہت تھک گیا ہوں۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

"میں بھی یہاں سونا چاہتا ہوں۔"

پلاسٹک کی چادر ملائم؟ اور پتھر کی سطح نرم؟ وہ دل ہی دل میں مسکرا دیا۔

"تمہیں یہاں ڈر نہیں لگتا؟"

"نہیں۔ جب میری یہاں آنکھ کھلی تھی تو لگا تھا ڈر اب نہیں۔ اور تمہیں؟ نہیں ڈر لگتا؟"

تب خاکروب نے پہلی مرتبہ اسے چھوا۔ جانے کیوں اس نے بڑی شفقت کے ساتھ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"تم نہیں جانا چاہتے تو نہ جاؤ۔ جلد ہی اکتا جاؤ گے۔ جو چاہو کرو لیکن میرے کام میں دخل اندازی نہ کرنا۔"

اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ خاکروب کا شکریہ کیسے ادا کرے' چلو شکر ہے اتنا تو مانا اگر میں نے اور اصرار کیا تو یہ مجھے کس میز پر سلا بھی دے گا۔

"اچھا۔ میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کروں گا۔"

وہ اس کے کندھے سے ہاتھ ہٹا کر آگے بڑھ گیا۔ خاکروب کا ہاتھ ہٹتے ہی اس کے جسم میں عجیب انجانی سی لہر دوڑ گئی' میرے لہو میں یہ کنکری سی کہاں سے آ گری کہ سر سے پیر تک لرز گیا ہوں۔ اس نے خاکروب کی طرف دیکھا' وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں کٹا ہوا سوکھا سا بازو پکڑے اس پر سے جلد کھرچ رہا تھا۔ قریب ہی جسم کے دوسرے پرزے بھی پڑے تھے۔ اس نے اپنا کندھا سہلایا'

یہ مجھے کیا کر گیا ہے جس میں بہتے خون پر کنکریوں کی بارش پھر چھینٹے اڑے اور گرداب میں پھیل گئے اب یہ گرداب مجھے سمیٹ کر اس کی طرف کیوں لے جا رہے ہیں اب میں اس کے پاس کیوں بیٹھ گیا ہوں اور کیوں میرا خون جہاں کنکری گرتی ہے وہیں ایک خلا بھرتا ہے اور اس کے گرد چھینٹے یہ میرے اندر کیا ہو رہا ہے اور یہ چھینٹے میرے ذہن کی دھند کو چاٹ کر گرداب کی نذر کر رہے ہیں تم نے میرے کندھے پر پہلے کیوں ہاتھ نہیں رکھا' سنو سنو دیکھو سائیکلوپس میں کیا ہوں کون ہوں خاکروب اور یہاں کیوں آیا ہوں سب کچھ چھوٹ گیا اور میری آنکھوں نے جب بھی دیکھا تھا اور جس طرف بھی دیکھا تھا دھندلے شیشے کی ایک بہت اونچی دیوار دور تک چلی گئی اس کے پار کچھ نظر نہیں آتا تھا میں اپنے لاغر ہاتھوں سے دیوار میں اس دروازے کو ٹٹولتا رہا جو وہاں نہیں تھا میری آنکھیں دیوار میں عکس کی تلاش میں تھیں لیکن شیشہ اندھا تھا میں نے دیواروں کو اپنی آنکھوں کا نور پلایا اور دیواروں کی خشک کانٹے دار زبانیں میرے جسم پر رینگنے لگیں اور میں بھاگنے لگا ایک دیوار کا خاتمہ دوسری دیوار کا آغاز بھول بھلیاں سی زبانیں میرے چاروں جانب

www.kitaabpoint.blogspot.com

دروازہ کہاں ہے میں اس بھول بھلیاں سے نکلنا چاہتا ہوں سینٹور مجھے نوالہ بنالیں گے رسی کا دوسرا سرا کہاں رسی کہاں ہے یہ زبانیں یہ سینٹور بولتے کیوں نہیں آواز کہاں گئی اتنی چپ کہ خاموشی بھی گنگ' یہاں بھی چپ میں اپنا سر ہاتھوں میں جکڑ کے پوری قوت سے چیختا ہوں لیکن میری آواز؟

میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا میرے پٹھے اکڑ گئے اور میرے پیٹ میں ازلی غار ازلی متلی مجھے قے کیوں نہیں ہوتی کہ اس کرب سے نجات ہو میں نے اپنے حلق میں انگلی ڈالنا چاہی لیکن انگلی میرے منہ ہی میں رک گئی۔ میرے بند کانوں میں دور کہیں سے گھنٹی کا رس ٹپکا ٹن ٹن آواز آواز میں تنہا نہیں ہوں اور میں ہوں موجود میں نے آواز سنی ہے آواز قریب آتی گئی اور میں نے اپنی بے نور آنکھوں سے ایک مضبوط مردانہ ہاتھ کو اس چھوٹی سی گھنٹی کو ہلاتے دیکھا میں نے تعظیم میں گھٹنے اور ہاتھ ٹیک دیئے اور اپنے محسن کے پیر چاٹنے لگا یہ میری رسی ہے یہ مجھے اس لیبرنتھ سے نکال لے گا پیر چاٹتے چاٹتے میری زبان اتنی لمبی ہو گئی کہ میری سمجھ میں نہ آیا کہ اپنی زبان کو منہ میں کیسے ڈالوں گا پیر میرے آگے آگے چلنے لگے اور میں جیسے رسی سے بندھا ان کے پیچھے دیواریں ختم ہونے میں نہیں آتی تھیں اور دروازہ تھا کہ نہیں تھا۔

میرے محسن نے گھنٹی میز پر رکھ دی اور مجھے گود میں بٹھا کر پچکارتے ہوئے میرے دانتوں میں گوشت کا ٹکڑا پکڑا دیا۔ مجھے پتا چلا کہ اس کا نام پاولوف ہے اور میرا نام پاولوف کا کتا۔ وہ گھنٹی بجاتا تو میرے منہ سے رال ٹپکنے لگتی جسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوتا اور مجھے کھانے کو بہت کچھ دیتا جب بھی گھنٹی بجتی مجھے بھوک لگ جاتی اور وہ میرے منہ کے ذریعے ربڑ کی نالی ڈال کر میرے پیٹ سے کچھ نکالتا پھر میری بھوک مٹ جاتی میرے سامنے دھندلے شیشوں کی دیواریں ناچنے لگتیں متلی ہوتی اور میں پیٹ تھام کر ان دیواروں سے سر ٹکراتا گھنٹی کی آواز شیشے کی دیوار تھی پاولوف ہر وقت بیٹھا ایک موٹے سے رجسٹر پر تاش کے پتوں کے گھر بناتا رہتا جب وہ آخری پتہ رکھتا تو ساری عمارت گر جاتی اور وہ پھر گھر بنانے لگتا میں اسے اس مشغلے میں منہمک دیکھ کر شیشے کی بستی کی گلیوں میں گھومنے لگتا اور سوچتا کہ میں کتا نہیں ہوں کیونکہ میرے ماں باپ نے مجھے انسان جنا تھا پھر بھی مجھے کسی چیز سے دلچسپی نہیں تھی میرے والدین بڑے پریشان رہتے تھے کہ میں کتابیں چاٹتا چاٹتا فقرے کا اختتامیہ نقطہ بن جاؤں گا میں اپنے والدین کے اس خوف سے بڑا محظوظ ہوتا تھا اور ان کی عقل پر حیران بھی جو بالکل اوسط درجے کی تھی۔ جملے کا اختتامیہ نقطہ کتنی زبردست بات انہوں نے کس سادگی سے کہہ دی تھی میں خوش تھا کہ میں عنقریب جملے کا اختتامیہ بننے والا ہوں ہاتھ میں پکڑا ہوا قلم کاغذ کی سطح پر دھیرے دھیرے سرکے گا۔ ٹک اور ختم قلم کی نوک کاغذ میں چبھنے ہی والی تھی کہ میرے والدین کو بڑی اچھی ترکیب سوجھی انہوں نے میری تمام کتابیں جلا دیں اور مجھے

www.kitaabpoint.blogspot.com

دھمکی دی کہ اگر میں نے سب کی طرح زندہ رہنے کی کوشش نہ کی تو وہ مجھے گھر سے نکال دیں گے گھر سے نکل کر زندہ کیسے رہوں گا یہ کسی کا مسئلہ نہیں تھا مجھے صدمہ یہ تھا کہ میں اپنی کتابوں ہی کے ساتھ کیوں نہ جل مرا۔ نقطہ کیوں نہ بنا' میں ہر وقت کتابوں کی راکھ کے پاس بیٹھا چٹکی چٹکی راکھ اپنے سر میں ملتا رہا زخموں پر لگاتا رہا سب کے لئے ملعون کہ کچھ کرتا ہے نہ کراتا ہے چوبیں گھنٹے راکھ پھانکتا ہے میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اس سے بہتر اور کام کیا ہو سکتا ہے پھر محلے میں عقل مند بوڑھیوں نے میری ماں کو مشورہ دیا کہ میرا بہترین علاج شادی ہے میری ماں کی سمجھ میں میری بیماری اور اس کا علاج آ گیا اگر یہ سب کچھ اسی کا قصور تھا تو پھر تو پھر

فل سٹاف؟

جملے کا آغاز ہی نہیں ہونا چاہئے تا کہ نقطہ بنانے بننے کی کشمکش ہی نہ کرنی پڑے لیکن اس جملے کا نقطہ کہاں ہے میں یہ فل سٹاپ ڈھونڈ لوں پھر تم جو جی میں آئے کر لینا میں اس نقطے کی تلاش میں گھر سے بھاگ کھڑا ہوا اور شیشے کی دیواروں سے بنی بھول بھلیاں میں گھر گیا لیبر تھ پیاز تھا اور پیاز کے چھلکوں کے اندر اور چھلکے تھے جب میرے ہاتھوں میں پیاز چھوٹا ہوتا چلا گیا تو میں بہت گھبرایا پاولوف بھی مجھے نقطہ ڈھونڈ کے نہ دے سکا اگر میرے والدین کو پتا چلتا تو بہت خوش ہوتے کہ چلو بیٹا کھانا تو کھا رہا ہے۔ بھوکا تو نہیں مر رہا ایک روز جب پیاز کے گرد چھلکوں کے اندر چند ایک دائرے ہی رہ گئے تو میں تذبذب میں پھنس گیا کہ آگے بڑھوں یا نہ بڑھوں اس کے ساتھ ہی مجھے متلی سی ہونے لگی پاولوف مجھ سے بہت خفا تھا کیونکہ وہ پتوں کے بنتے گرتے گھروں سے بہت اکتا گیا تھا میں نے اس سے کہا بھی کہ ڈاکٹر اس میں میرا کوئی قصور نہیں بلکہ مجھے ہر وقت متلی ہوتی رہتی ہے اس نے مسکرا کے اپنی لمبی الجھی ہوئی داڑھی میں کھجلی کی مسکرایا اور مجھے بے ہوش کر دیا جب میں ہوش میں آیا تو میرا پیٹ میرے سامنے پڑا تھا پروفیسر پاولوف گھنٹی بجا رہا تھا اور میری کھانے کی کٹی نالی سے سیال مادہ ٹپک رہا تھا وہ پھر رجسٹر پر تاش کی عمارت کھڑی کرنے لگا تو میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑے پیاز کو دیکھا لیکن میرے ہاتھ میں کچھ تھا ہی نہیں نقطہ بھی نہیں فرش پر پیاز کے چھلکے گرے پڑے تھے اور میری آنکھوں میں آنسو میں اسی وقت پاولوف کے گھر سے بھاگ آیا نقطے کی تلاش میں بھاگنے لگا بھاگتا رہا اپنے پیٹ کے خلا کو تھامے پسینہ آنکھوں میں پانی اور حیرت سے جہاں جہاں یہ قطرے گرے وہیں وہیں دیواریں اگنے لگیں جہاں جہاں میرا قدم پڑا وہیں دیوار اگی رات رات تھی نہ دن دن روشنی اور تاریکی کا تضاد میرے پیٹ میں پاولوف کے گھر رہ گیا تھا اور میں ایک عجیب ملگجے رنگ میں گل رہا تھا دھندلے شیشوں کی اگتی دیواریں آسمان سے جا ملی تھیں اور چپ تھیں چاروں اور پھر میں دروازے کی تلاش میں سر ٹکرانے لگا دروازہ کہ جو وہاں تھا اور نہیں تھا اور پھر جانے کیا ہوا میری آنکھیں رفتہ رفتہ بند ہونے لگیں میں نے مایوسی میں بے اختیار ہو کر اپنا سر کہیں ٹکرایا ہو گا مجھے اتنا یاد ہے کہ

www.kitaabpoint.blogspot.com

ایک نہیں بلکہ کئی ٹکڑے میری طرف بڑھ رہے تھے۔ اور میں بہت خوش تھا بہت ہی خوش کہ پیاز کے مرکز میں مایوسی نہیں بلکہ نقطوں کی ماں ہے اس لئے کہ وہ نہیں ہے اور جو نہیں ہے وہ ہو سکتا ہے کہ ہو کہ اس کے نہ ہونے کا اعلان دراصل اس کے ہونے کا اثبات ہے رنگ محل جس کا کوئی رنگ نہیں گہرائی اتھاہ جس کی کوئی گہرائی نہیں کوکھ جس کی کوئی کوکھ نہیں میں جس کا کوئی میں نہیں کو پار رہا تھا نہیں کہ جو نقطہ تھا نہیں تھا پھر دیکھتے ہی دیکھتے نقطے میں یہ شوشا سا کیا نکل آیا تھا کہ ماسا

کوما جو ہوش میں بے ہوشی کی اور بے ہوشی میں ہوش کی ایک کیفیت بھی ہوتی ہے اس کیفیت میں وہ ملگجا سا رنگ چھٹ گیا میں نے حیران ہو کر دیکھا نہیں ڈاکٹر شیشے دیواریں روشنی تم نے مجھے روشنی کیوں دی تاریکی کیوں دی تھی

دیوانہ

میں بہت خوش تھا بہت خوش لیکن تم نے مجھے کوکھ سے چھین لیا پاولوف کے کتے ڈاکٹر

پاگل

میرے جسم پر سلاخیں تھیں مجھے زندگی میں پہلی بار اپنا لباس نظر آیا میں شروع ہی سے قید تھا یا ان کم بختوں نے مجھے اس میں ڈالا ہے؟ وقت جو کہ گزرا نہیں تھا گزرنے کا لمحہ جو کہ بے جان تھا میری گردن کو اپنے دانتوں میں چبانے لگا اور میں بہت ہی کرب

امید ہے بچ جائے گا

کیوں نہیں کیوں نہیں تم نے مجھ سے نقطہ چھین کر یہ لفظ مجھے دے دیا ہے اور اب میں پورے جملے ہی کی تلاش میں وہاں سے نکل آیا ہوں تم سچ کہتے ہو میں ہسپتال سے بھاگ آیا ہوں میں بہت اکتا گیا ہوں تم یوں کرو کہ مجھے اس پتھر کی سل والی میز پر ڈال کر پلاسٹک کی چادر اوڑھا دو تا کہ میرا عذاب تو ختم ہو دیکھو اس سل پر کوئی نہیں۔

ہوں؟

اس نے فرش پر پڑی ہڈیوں اور گوشت کے ریشوں سے اپنی نگاہیں چھڑا کر دیکھا' وہ وہاں نہیں تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا' وہ اسی پہلی یا آخری میز کے کنارے کے پاس سٹول پر بیٹھا پلاسٹک کی چادر سے نکلا ہاتھ پکڑے جانے کیا کر رہا تھا' یہ بار بار اس میز کے پاس کیوں چلا جاتا ہے' وہ اٹھ کر خاکروب کے پاس آیا۔ اس نے وہ سوکھا ہوا ہاتھ فوراً چادر تلے کر دیا اور سٹول سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تم وہاں سے کیوں چلے آئے؟"

"مجھے تمہاری باتوں میں دلچسپی نہیں رہی تھی۔"

www.kitaabpoint.blogspot.com

"ہر لحہ کہ جو تھا نہیں رہتا تھا اس لئے مجھے خود پتا نہیں تھا کہ میں ہوں کیوں کیا ہوں۔اب اتنی مشکل سے لمحے کے دانتوں میں جان پڑی ہے تو تم...... "اب خاکروب اسے الووں کی طرح دیکھ رہا تھا۔" ہاہا...... "تم نہیں سمجھو گے۔آخر تم سوپر ہو۔"

خاکروب کے ہونٹ پھر اسی مسکراہٹ میں پھیل گئے اس نے میزوں کی طرف اشارہ کیا۔

"تو تم بھی ان کی طرح......"

"ہاں ہاں۔" اس نے بے صبری سے کہا۔

"وقت تو آلینے دو۔"

"وقت آ گیا ہے۔"

"اچھا ادھر آؤ تمہیں ایک چیز دکھاؤں۔نہ...... نہ...... اسے مت چھوؤ۔"

اس نے بڑے تلخ لہجے میں کہا اور اس نے اپنا ہاتھ فوراً چادر سے ہٹا لیا' یہ مجھے اس میز سے دور ہی رکھنا چاہتا ہے۔

"پہلے مجھے یہ دکھاؤ۔" اس نے میز کی طرف اشارہ کیا۔

"نہیں۔"

پہلی مرتبہ اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ مکمل طور پر غائب ہوئی تھی' میرا جی چاہتا ہے تمہیں شراب پلا کر بے ہوش کر دوں اور تمہاری آنکھ پھوڑ دوں

"ادھر آؤ۔" اس نے ڈیوڑھی میں کھڑے ہو کر کہا۔یہ ڈیوڑھی مردہ خانے میں کھلتی تھی۔

وہ چپ چاپ کچھ کہے بغیر اسے کن اکھیوں سے دیکھتا اس کے ساتھ مردہ خانے میں آ گیا۔اس سے پیشتر کہ خاکروب اس سے اس جگہ کے بارے میں کچھ کہتا' باہر کھلتی کھڑکی میں سایہ سا لپکا۔اس نے سوالیہ نظروں سے خاکروب کو دیکھا'

"چوکیدار ہے۔"

اس نے ایک جھٹکے میں چادر ہٹا دی۔

"دیکھو اس نے بھی تمہاری طرح یوں سو جانے کی......"

اس نے پھر کھڑکی سے باہر دیکھا' لمحہ بھر سوچ کر کہا۔

"چوکیدار کہیں دیکھ نہ لے۔یہاں اس وقت خاص طور پر اجنبیوں کا آنا منع ہے اگر چوکیدار نے دیکھ لیا تو میری رپورٹ کر دے

www.kitaabpoint.blogspot.com

گا۔تم یہیں رکو میں اسے ذرا دیکھ آؤں۔" اس نے جاتے جاتے مڑ کر خبردار کیا۔" یہاں سے ہلنا نہیں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

خاکروب کے جانے کے بعد وہ لرزتا ہوا تختے کے پاس گیا۔اس نے ڈرتے ڈرتے لاش کو چھوا۔جسم برف تھا' اکڑا ہوا۔اس کے دانت جیسے کھلکھلاہٹ میں ٹوتھ پیسٹ کے اشتہار کی طرح باہر نکلے ہوئے تھے اور آنکھیں چھت میں گڑی تھیں۔اس نے وہ سرد ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سرگوشی کی....... ہیلو۔تم بھی میری طرح تھے؟ تمہارے جسم پر کوئی زخم تو نہیں ہے۔تم نے' تم نے زہر پیا ہو گا اور اطمینان سے تہ میں تہ بن گئے ہو گے۔بس ٹھیک ہے' خاکروب چادر جلدی لاؤ اور مجھے مرمر کی میز.......

خاکروب ابھی تک واپس نہیں آیا؟

تو بس میں اب اس میز سے چادر اٹھا کر دیکھ سکتا ہوں ہال میں جا کر چادر کے نیچے ڈھپے راز کو دریافت کروں گا اور شیلف سے مرتبان اٹھا کر اس میں سے بچہ نکال کر اسے بھی پیار کروں گا نہیں مجھ پر ہیجانی کیفیت طاری نہیں ہونی چاہئے اطمینان تسلی ڈھیرج لیکن یہ ہاتھ میرا ہاتھ چھوڑتا کیوں نہیں چھوڑو میرا ہاتھ بھئی میں نے کہہ تو دیا ہیلو میرا سانس میری آنکھیں جاںمد خلا

اس کا دل بہت تیزی سے پھڑک کر چلنے لگا اس کی کانپتی نظریں لاش پر آ کر رینگنے لگیں۔اس کے جسم میں یک دم گرم رو دوڑ کر سرد ہوگئی اور رفتہ رفتہ برف اس کی انگلیوں میں سرایت کرنے لگی۔اس کے جسم میں نیل چمکنے لگا۔پٹھے تن گئے' پھر ڈھیلے پھر تناؤ' تڑپ' تڑپ منہ میں جھاگ۔زندگی بے جان تھی۔نقطہ زہریلا' پھانسی مسلسل پھانسی' مسلسل عذاب' ڈھیلے باہر کو نکل کر مٹکنے لگے تھے۔تناؤ جھاگ' اذیت' تڑپ' نہیں میرا عذاب تو سر میں تھا اور یہ سارے بدن میں میرا ہاتھ برف ہو گیا ہے۔چھوڑ دو' بجلی کا کرنٹ' کرب میں اس چہرہ مسخ ہو گیا۔

قہقہوں کی بازگشت۔اس نے بوکھلا کر نظریں اٹھائیں' لاتعداد سانپ جھوم رہے تھے۔

یہ یہ بازو ہمارے سینے سے لگاؤ دیکھو کتنا گرم ہے میں سرد ہوں اور زمین کے مرکز میں ابلتا سونا نہیں ہوں زمین میرے سینگ پر گھومتی ہے میرا سینگ درد سے چور چور ہو رہا ہے دوسرا سینگ ہے نہیں ورنہ بدلتا زلزلہ آ جاتا اور پھر میں نے لوگوں سے یہ تو کبھی نہیں کہا تھا کہ یوں ہونا چاہئے اور یوں ہوگا اور جب یوں نہ ہوا تو میں نے اس کے نہ ہونے کی وجہ میں کوئی دلیل نہیں دی میرا کیا قصور پھر کسی سر پھرے نے چھرا مار دیا زخم سے بہتا ہوا خون سانپ چوستے رہے ان کی لمبی لمبی زبانیں ڈنک خونخوار اپنے اپنے کام میں مصروف خارش مجھے شدید خارش ہوتی ہے کبھی نہ ختم ہونے والی خارش مڑا تڑا بھیانک چہرہ اذیت قبر کا عذاب نہیں نہیں ہاہا کتے لاش کو لئے گھسیٹتے پھرتے ہیں ہمارے سینے سے لگ نہیں یہ سانپ تو نہیں آگ کی لپٹیں ہیں ان لپٹوں میں ایک رانی سنگھار کئے کسی کے سرہانے بیٹھی ہے

www.kitaabpoint.blogspot.com

بچاؤ' بچاؤ لیکن آواز نہیں آتی بدن پر آبلے ابھر رہے ہیں پانی پانی بلکہ بدن بھی پورا ایک آبلہ بن گیا ہے عذاب میرے چہرے کو کیا ہو رہا ہے اگر میرا جسم اس سے زیادہ تنا تو پھوٹ بہے گا اور پھوٹ بہا ہے گرداب لہریں چاند کو چاٹتی سمندر کی لہریں آؤ ہمارے سینے میں اترو میں ڈوبتا کیوں نہیں اف میرا سانس میں نیچے ہی نیچے کھنچ رہا ہوں مچھلیاں گوشت نوچتی ہیں لیکن گوشت کو شارک کے دانت بھی نہیں کاٹ پاتے اذیت اذیت میں بہت کرب میں متلی میرے سانس کی نالی پر آکے جم گئی ہے میرا اعلاج کرو میں نہیں میرا ہاتھ چھوڑ دو میں لاوارث میں ہسپتال کے ماتھے پر لگے گھڑیال میں دس بجے ہیں اب بھی دس ہی بجے ہیں کیا گھڑی خراب تو نہیں یا وقت رک گیا ہے میرا ہاتھ چھوڑ دو میں اس نیلی فرف کو آگے نہیں بڑھنے دوں گا۔

اس نے پاس پڑے پوسٹ مارٹم کے اوزاروں سے آری اٹھائی اور پاگلوں کی طرح وہ خشک ہاتھ کلائی سے کاٹنے لگا۔ نیلی برف کی کرچیاں تیز رفتاری سے اس کے بازو میں کھبنے لگیں ہاتھ کٹ گیا اس نے ہاتھ جھٹک کر دوسرے ہاتھ سے وہ استخوانی ہاتھ اپنے ہاتھ سے اتار پھینکا۔ وہ اپنے دوسرے ہاتھ سے اپنے بازو میں کرچیوں کی شدید چبھن کو سنبھالتا ہوا پہلی یا آخری میز کے پاس لڑکھڑاتا پہنچ گیا' گرنے لگا۔ اس نے اپنا بازو چھوڑ کر اس میز کا کنارہ تھام لیا پھر اسے اچانک یہ خیال آیا کہ یہ تو وہی میز ہے اس نے ساری اذیت بھول کر ایک ہی جھٹکے میں پلاسٹک کی چادر اٹھا پھینکی۔ خون کی چبھتی کرچیاں بازو میں یک دم ٹھہر گئیں۔ روشندانوں میں کبوتر پھڑ پھڑائے غٹرغوں غٹرغوں۔

اس کے بالوں میں چاندنی تھی۔ راکھ تھی' ہونٹ سوکھے' نیلے' دانتوں کے بغیر پوپلے منہ میں لکڑی زبان اور آنکھیں' یہ تو مجھے دیکھ رہی ہیں میری آنکھوں کو چیر کے میری کھوپڑی کے پار دیکھ رہی ہیں....... جھریوں سے اٹا چہرہ' اس کی گردن میں کانٹوں • کا کنٹھا تھا اور سرخ قطروں کا ہار۔ سارے جسم پر سلوٹیں تھیں لیکن پستانوں پر نہیں۔ وہ حیران ہوا حالانکہ چربی اور بڑھاپے کے واسطے سے پستانوں پر زیادہ جھریاں ہونا چاہئیں تھیں' خاکروب اس کے پاس بیٹھا کیا کر رہا تھا؟ وہ بار بار اس کے ہاتھ کو چھپاتا تھا.......

ہاتھ

اس نے فوراً اس بڑھیا کے ہاتھ کو دیکھا' اس کی ایک انگلی سے کرنیں پھوٹ رہی تھیں'

ہیرا

ہیرے کی انگوٹھی

اس کے گرد انگلی پر خشک زخموں کے نشان تھے....... تو وہ یہ انگوٹھی اتارنے کے چکر میں تھا کمال ہے یہ انگوٹھی پہلے کسی کو نظر

www.kitaabpoint.blogspot.com

کیوں نہیں آئی۔ ہوسکتا ہے سب نے اسے پیتل میں جڑا کانچ کا ٹکڑا سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہو یہ یہ خاکروب یقیناً جوہر شناس ہوگا خاکروب؟ جوہری؟ کیا پتا کیا کیا بھیس بدل کر کیا کچھ کرتے ہیں لوگ! چور ہے خاکروب اسے اپنے آپ پر کتنا اعتماد تھا گھبرایا بالکل نہیں کہیں وہ آ نہ جائے یہ انگوٹھی یقیناً ہیرے ہی کی ہے جبھی تو وہ یوں مجھ سے

اس نے انگوٹھی کو اپنے ہاتھوں کی قوت سے اتارنا چاہا لیکن انگوٹھی کو اتارنا اتنا آسان ہوتا تو خاکروب اب تک اسے لے کر غائب ہو گیا ہوتا اور انگلی پر کاٹ پیٹ کے نشان نہ ہوتے۔تو اس نے انگلی کو کاٹ کیوں نہ دیا؟ کیسے کاٹتا کل کو پروفیسر سٹوڈنٹ کی شکایت پر اس سے پوچھ گچھ نہ کرتا؟ اس نے پھسلتی نظروں سے انگلی کاٹنے کا کوئی اوزار ڈھونڈا پھر لپک کر پوسٹ مارٹم روم سے آری اٹھا کر لے آیا اور چشم زدن میں انگلی کاٹ کر انگوٹھی اتار لی اور اس میں روشن کرنوں کو جیب میں ڈال لیا۔ پھر اس نے بھاگ کر ادھ کھلے دروازے سے باہر دیکھا' خاکروب دور کھڑا چوکیدار کی کسی بات پر ہنسا۔وہ تیزی کے ساتھ پلٹ کر مرتبانوں والی الماریوں کی طرف لپکا۔مرتبان اٹھالیا اور پوری قوت سے ڈھکنا کھول کر اس میں سے بچہ نکال لیا۔ بچے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جو رفتہ رفتہ اس کے اپنے ہونٹوں پر پھیل کر قہقہوں میں پھوٹ گئی اس نے ہال میں لگے دیواری کلاک کو دیکھا....... دس بجے ہیں؟ اس میں بھی؟ یہ بھی خراب ہے لیکن ٹک ٹک کی آواز تو آ رہی ہے ڈاکٹر چلا نہ گیا ہو

پاگلوں کی طرح ہنستے ہوئے اس نے جانے کیوں وہ مسکراتا ہوا نوزائیدہ بچہ بوڑھی جھریوں سے منڈھی سوکھی رانوں کے عین درمیان میں رکھ دیا' جیب سے ہیرے کی انگوٹھی نکال کر مٹھی میں مضبوطی کے ساتھ تھام لی اور ہنستا ہوا ہال سے باہر آ گیا۔

خاکروب' چوکیدار کے ساتھ غالباً مذاکرات کر کے پلٹ رہا تھا۔وہ اسے دیکھتے ہی باہر دیوار سے چپک گیا پھر اور بھی تاریکی میں ہو کر جوتے اتار کے دیوانہ وار ہسپتال کی طرف بھاگنے لگا۔

لیکن سامنے وہی دیوار تھی' دھندلی شیشے کی.......

ہسپتال کہاں ہے اوہ ہاں یہ رہیں سامنے ہسپتال کی سیڑھیاں لیکن یہ سیڑھیاں اس شیشے کی دیوار پر کیوں چڑھ رہی ہیں اور وہ دور آخری سیڑھی پر ڈاکٹر میں' میں سیڑھیاں چڑھ کر تمہارے پاس آ رہا ہوں ڈاکٹر تم دور اور دور کیوں ہوئے جا رہے ہو میرے قریب آؤ او یہ یہ ہیرا میری انگلی میں فٹ کر دو کسی جراحی کے عمل ہی سے سہی تاکہ یہ ہیرا مجھ سے کوئی چھین نہ سکے اور پھر یہ انگوٹھی مجھے پوری بھی تو نہیں اور یہ سیڑھیاں اوہ وہ یہ سیڑھیاں ختم ہونے میں کیوں نہیں آتیں....... تھک گیا ہوں میں ہانپنے لگا ہوں میں میں اس سے زیادہ تیز سانس نہیں لے سکتا لیکن میں میں رکوں گا نہیں میں چکرا رہا ہوں اور پیٹ کا خلا متلی میں نے اپنا معدہ پروفیسر پاولوف

www.kitaabpoint.blogspot.com

کے پاس گروی اور تم اتنے دور کھڑے ہو ڈاکٹر اور نیچے نوکیلے دودھاری پتھر گڑے ہیں اور میں سیڑھیوں کے وسط میں ہوں چکرا کر میں گر گیا تو متلی چکر میرے قدم لڑکھڑا لڑکھڑا رہے ہیں اور میں نہیں یں یں یں یں

پھسل میں پھسل گیا ہوں اور گر رہا ہوں گر رہا ہوں نوکیلے دودھاری پتھروں کی طرف تیزی سے تیزی سے....... اوہ اذیت .... نوکیلے پتھر میرے جسم میں کھب گئے ہیں دودھاری نوکیں مجھے کاٹ رہی ہیں میرے گرد خلا سمٹ کر نقطہ بن رہا ہے اور انگوٹھی ہیرے کی انگوٹھی میری مٹھی سے پھسل کر چلنے لگی ہے اور میں نوکیلے پتھروں کی سولی پر چڑھا شیشے کی دیوار کے ہیروں میں پڑا ہوں میرے جسم سے نچڑتا خون بہہ کر انگوٹھی کے پیچھے دوڑ رہا ہے اپنی سرخی کے تعاقب میں ہیرے میں جھلکتا اور میں اس کی کرنوں کی روشنی میں شیشے کی دیوار کے اندر دروازہ دیکھ رہا ہوں جو کہ نہیں تھا اور اب ہیرے سے ابھر کے واضح ہوا ہے اور دروازہ پیچھے ہٹا جا رہا ہے اور انگوٹھی کا رخ دروازے کی اور ہے اور دروازہ اور پیچھے اور ہیرے کے پیچھے پیچھے میرا خون

اور اور یک دم دروازے کے فریم میں خاکروب سائیکلوپس کا ہنستا ہوا چہرہ دمک کر پھیل گیا ہے ہیرے کی انگوٹھی کا رخ مسلسل دروازے کی طرف سے اور میرا خون ہیرے میں جھلکتا اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔

◆◆◆

www.kitaabpoint.blogspot.com

سب سے پرانی کہانی

تیز ہوا اور بارش' طوفان رات بہت تاریک تھی۔ زمین اور آسمان میں کوئی فرق نہیں تھا' ایک سیاہ چادر تھی جو آسمان بھی تھا اور زمین بھی۔ کبھی کبھی بجلی چمکتی تو اس سیاہ چادر پر پھڑ پھڑاتے ہوئے گیلے سیاہ درخت ذرا واضح ہو جاتے تھے لیکن وہ درختوں کے نیچے تاریک ہی رہتا۔ روشنی پھر چادر میں جذب ہو جاتی اور اوندھی دوات سے ٹپکتی ہوئی سیاہی اور اس کے گرد لپٹا ہوا سیاہ کفن۔

یہ بھی جیل ہے۔ اس نے ہانپتے ہوئے' درخت کے تنے کے ساتھ ٹیک لگائی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس تاریک قید خانے کا راستہ ٹٹولنے لگا۔ ابھی تو راستہ میرے سامنے تھا! پھر بجلی چمکی' وہ دو چار قدم قدم اور بھاگا۔ راستہ کدھر ہے؟ وہ پھر رک گیا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا' وہاں بھی سامنے کا عکس تھا' دائیں بائیں' آگے پیچھے' میں کدھر جا رہا تھا؟ یہ بجلی کیوں نہیں چمکتی؟ کہیں میں راستہ تو نہیں بھول گیا؟ کس طرف کو جاؤں؟ کہیں پھر سامنے جیل تو نہیں ہو گی؟ وہ کپکپایا نہیں نہیں۔ میں جدھر جا رہا تھا ادھر دور دور تک درخت بالکل ساتھ ساتھ تھے اور ایک بالکل الگ تھلگ تھا۔ بجلی کیوں نہیں چمکتی۔ اب تک جیل میں حاضری ہو چکی ہو گی اور الارم بج چکا ہو گا۔ لیکن وہ مجھے اس جنگل میں کس طرح ڈھونڈ سکتے ہیں۔ اس تیز بارش میں وہ میرے پیروں کے نشان کبھی نہیں پا سکیں گے۔ بجلی پھر چمکی۔ وہ اٹھ کر کھڑا بھی نہ ہو سکا۔ اس کی نظریں سامنے درختوں میں الجھ گئیں۔ سلاخیں ہی سلاخیں' میرا رخ غلط ہے' وہ الگ تھلگ درخت کہاں ہے؟ اس نے اپنا رخ فوراً دوسری طرف کر لیا۔ مجھے کھڑا ہو جانا چاہئے۔ کہ اگر بجلی چمکے تو فوراً بھاگ سکوں۔ اٹھتے اٹھتے وہ پھر لڑکھڑا کر بیٹھ گیا۔ میری ٹانگوں میں تو جان ہی نہیں۔ میں بھاگوں گا کس طرح؟ وہ تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر ٹانگیں دبانے لگا۔ اگر میں راتوں رات کسی محفوظ مقام پر نہ پہنچ سکا تو یہیں بیٹھے بیٹھے میرے گرد پھر جیل ہو گی۔ پولیس کو اطلاع ہو چکی ہو گی اور وہ جیپوں میں بیٹھے مجھے ڈھونڈتے پھر رہے ہوں۔ لیکن انہیں کیا پتا میں کہاں ہوں۔ کوئی چیز بھی تو میں نے ایسی نہیں چھوڑی جس سے۔۔۔۔۔ اس کا دل یکدم بیٹھ گیا۔۔۔۔۔ میں نے جیل والی قمیض اور پاجامہ کہاں اتار پھینکے تھے؟ اگر راستے میں کہیں وہ چیزیں پولیس کے ہاتھ لگ گئیں تو پھر میں نہیں بچ سکتا۔ ممکن ہے انہوں نے وہ کپڑے اٹھا لئے ہوں اور سیٹیاں' دور سے موٹروں کی آوازیں اور قریب' بہت قریب' گڑ گڑ' آنکھوں سے روشنی چھین لینے والی روشنی۔ میرا کیا قصور ہے؟ میں نے کیا کیا ہے؟ تم نے' ہاہاہا' تم نے بھاگنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ قہقہے اور گرجے' مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ تم مجھے بلاوجہ قید نہیں کر سکتے ہاتھ اس کی گردن کی طرف بڑھے۔ اپنا آپ

www.kitaabpoint.blogspot.com

چھڑاتے ہوئے اس کی کہنیاں درخت کے تنے کے ساتھ ٹکرائیں۔بجلی جل کر بجھی۔بادل گرجا' میں بھی کتنا بے وقوف ہوں' وہ مسکرایا' اب مجھے یہاں نہیں بیٹھنا چاہئے وہ درخت کا سہارا لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے اپنے جسم کو ہاتھوں سے ٹٹولا۔میں ہوں۔اسے پہلی بار سردی محسوس ہوئی۔اس نے کپکپاتے ہوئے ایک ہاتھ سینے پر رکھا اور دوسرا پاجامہ نما نیکر کی جیب پر جس میں جیل کی ٹوپی میں لپیٹی بیڑی اور ماچس پڑی تھی' اگر میں نے یہاں کھڑے ہو کر روشنی کا اور انتظار کیا تو وقت بھاگتا ہوا مجھ سے آگے نکل جائے گا اور فاصلہ طے نہیں ہو گا۔مجھے رکنا نہیں چاہئے۔میری دوڑ وقت کے ساتھ ہے۔اگر میں جیت گیا تو زندہ رہوں گا ورنہ وقت میرا یہ حق بھی چھین لے گا۔بھاگو اور تیز بہت تیز۔

اس کا ذہن اور ٹانگیں ایک دوسرے سے زیادہ تیز بھاگنے لگے۔کبھی کبھی بجلی چمک جاتی تھی لیکن اب اسے اپنے راستے کے نشان کی کوئی پروا نہیں تھی۔وہ بھاگا جا رہا تھا' اپنے دماغ سے تیز' دماغ اس سے تیز' تاریکی میں سلاخوں سے ٹکرائے بغیر جیسے وہ عرصے سے اسی جنگل میں رہتا تھا۔زمین اس کے پیروں تلے سمٹ رہی تھی۔لیکن جیسے فاصلہ طے نہیں ہو رہا تھا۔میں کدھر جا رہا ہوں؟ کس طرف نکل آیا ہوں؟ یہ کون سی جگہ ہے؟ اس نے بھاگتے بھاگتے چاروں طرف دیکھا اتنی بارش کہاں ہوتی ہے؟ پانی اور بھی کالا! یہ لمبے لمبے درخت' قطار در قطار جو سرو ہیں نہ چیڑ' پیپل بڑ نہ شیشم' لمبی لمبی' موٹی موٹی سلاخیں ہیں! جنگل ایسے ہوتے ہیں؟ کہیں میں پھر تو••••• نہیں میں تو بھاگ رہا ہوں۔اس شہر سے اسی شہر میں' اس ملک سے اسی ملک میں' اس زمین سے اسی زمین پر بھاگ رہا ہوں' میری یہ دوڑ کب ختم ہو گی؟ وقت کب ختم ہو گا؟ مجھے بھاگتے ہوئے کئی گھنٹے گزر گئے ہیں' تب بھی رات تھی اب بھی رات ہے' تب بھی بارش اتنی ہی شدت سے ہو رہی تھی' جتنی کہ اب' بارش کا پانی تب بھی کالا تھا اور اب بھی' یہ سب کچھ کیوں ختم نہیں ہوتا؟ کوئی گاؤں نہیں آتا۔کوئی گھر کوئی جھونپڑی نہیں جہاں میں چولہے کے پاس بیٹھ کر••••• آگ کا خیال آتے ہی اس کے جسم میں سرد لہر دوبارہ دوڑ گئی اور اس کے جسم پر گیلے بال بھی کھڑے ہو گئے••••• جہاں میں بیٹھ کر گرم گرم چائے پینے کے بعد بیڑی سلگا لوں اور میری ساری تھکاوٹ دھواں بن کر غائب ہو جائے' اس کی گرفت جیب پر اور بھی مضبوط ہو گئی۔گرم گرم چائے کی ایک پیالی! اس نے لرزتے ہاتھوں سے پیالی پکڑ لی اور اپنی آنکھوں کا سارا تشکر اس اچھی بڑھیا کی آنکھوں میں انڈیل دیا جس نے ایک آدھ سوال کرنے کے بعد اسے تسلی دی کہ اسے یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ماں جی! آپ فکر نہ کریں تھوڑی سی تھکاوٹ دور ہوتے ہی میں یہاں سے چلا جاؤں گا' اسی بارش میں' صبح تک میں شمالی سرحد پار کر لوں گا' پھر مجھے کوئی خطرہ نہیں ہو گا' جی بس' ایک پیالی اور بیٹی' میرے بوڑھے ہاتھوں میں طاقت نہیں' تو ہی ان کی ٹانگیں دبا دے تاکہ یہ جلدی جا سکیں۔وہ بہت شرماتی ہوئی اس کے پاس زمین پر بیٹھ گئی تھی اور اپنا نچلا ہونٹ

www.kitaabpoint.blogspot.com

دانتوں میں لے کر ہولے ہولے اس کے پیر دبانے لگی تھی۔ اس نے اس لڑکی کو اپنی آنکھوں میں سمیٹ کر بیڑی کا کش لگایا اور آنکھیں موند لیں۔ میں نئی دنیا میں آ گیا ہوں' ٹھک' ٹھک' ٹھک۔ اس نے لڑکی کے ہاتھوں سے فوراً ٹانگیں چھڑا لیں' اچھی بڑھیا گھبرائی ہوئی آئی' بیٹی انہیں توڑی والے اندر چھپا دو' ان لوگوں کو میں خود ہی سنبھال لوں گی' اٹھو جلدی کرو۔ لڑکی نے بڑی اداس آنکھوں سے اسے دیکھا' اگر تم پکڑے گئے تو میں' تو میں ••••• وہ اٹھ کھڑا ہوا' میں تمہیں کبھی نہ بھول سکوں گا۔ قہقہے' دروازہ ٹوٹ گیا' میں تمہارے شہر میں نہیں' وہ پیچھے ہٹا' مجھے چھوڑ دو۔ میں تو اس زمین پر ہوں جس کا کوئی نام نہیں' شمالی سرحد کے پار' نہیں میرا یہ نام نہیں۔ یہ بھی نہیں' یہ نام بھی نہیں۔ میرا کوئی نام نہیں۔ تم مجھے نہیں پکڑ سکتے۔ میرا نام کیا ہے؟ وہ تیزی سے پیچھے کو ہٹا۔

وہ ایک قدم اور پیچھے ہٹا' اس کا پیر زمین پر گیلی بارش میں نہاتی جھاڑیوں میں الجھ گیا اور لڑکھڑا کر پانی کے چھپڑ میں جا پڑا۔ بڑے زور کا دھماکہ ہوا' ساری دنیا روشن ہو گئی' اس نے سر اٹھا کر چندھیائی آنکھوں سے دیکھا' وہ سامنے ••••• وہ سامنے ایک مکان' جھونپڑی؟ اس نے آنکھیں مل کر دیکھا۔ جنگل میں؟ ہاں' اچھی نیک بڑھیا کا گھر۔ اس کی بیٹی' زندگی' وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ میں صبح تک شمالی سرحد وہ جھونپڑی کے سامنے تھا۔ کافی دور ہٹ کر جلتا ہوا درخت بجھ رہا تھا جس پر بجلی گری تھی۔ جھونپڑی میں کوئی روشنی نہیں تھی۔

"کوئی ہے؟"

بارش کے شور میں خود اسے اپنی آواز سنائی نہ دی' اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ کوئی جواب نہیں۔

ساتھ والی دیوار میں کھڑکی کے پٹ زور سے بجے' وہ لپک کر وہاں پہنچا' کھڑکی کا ایک پٹ جس کا ایک قبضہ ٹوٹا ہوا تھا' پھٹے ہوئے بادبان کی طرح پھڑ پھڑا رہا تھا۔

"گھر میں کوئی ہے؟"

اس نے کھڑکی سے جھانک کر پوچھا۔ دھڑاا دھڑام' جھونپڑی کی شکستہ دیوار نے جواب دیا کوئی چیخ بلند نہ ہوئی۔ وہ کھڑکی کو پھاند کر جھونپڑی میں آ گیا۔ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا' اس نے نیکر کی جیب سے ٹوپی نکالی' ٹوپی زیادہ بھیگی ہوئی نہیں تھی۔ وہ ڈر گیا کہیں ماچس بھی گیلی نہ ہو گئی ہو۔ اس نے جلدی سے ٹوپی سے ماچس اور بیڑی نکال لی اور منہ کی گرم ہوا سے ماچس کی ڈبیا کو خشک کرنے لگا کئی مرتبہ دیا سلائی رگڑنے کے بعد تیلی جل گئی۔ اس نے فوراً کمرے کا جائزہ لینے کے بجائے اس شعلے سے ماچس کو کچھ اور خشک کیا۔ پھر اس نے کھڑکی بند کر کے آگے اینٹ رکھ دی اور تیلی جلا کر اس کی روشنی میں اس جگہ کا جائزہ لینے لگا۔ پچھلے کمرے کی دیواریں گری ہوئی تھیں اور آدھی چھت بھی فرش پر پڑی تھی۔ باقی دونوں کمروں کی دیواریں سلامت تھی۔ اس نے واپس اسی کمرے میں آ کر

www.kitaabpoint.blogspot.com

سوچا' اگر یہ چھت بھی گر گئی تو؟ تو کیا ہوا' واپس جانے سے بہتر ہے کہ یہیں دفن ہو جاؤں' اس شدید طوفان کی نذر ہو جاؤں۔ اس نے فرش پر بکھرے ہوئے ناریل کے بال اکٹھے کئے جو غالباً پرانے صوفوں سے نکلے ہوئے تھے اس جھونپڑی' اس اچھے خاصے گھر کے اس کمرے میں ایک ٹوٹی ہوئی کرسی بھی تھی' ساتھ والے چھوٹے سے کمرے میں جو شاید باورچی خانہ تھا چند ایک لکڑیوں کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ اس نے یہ سب کچھ اسی کمرے کے ٹوٹے ہوئے آتشدان کے قریب جمع کر لیا اور آتشدان میں آگ جلائی' دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر اس نے بیڑی سلگائی اور آنکھیں موند لیں۔

رات' بارش' ہوا اور بجلی ابھی تک ایک دوسرے کے تعاقب میں تھے۔

اب میں بالکل محفوظ ہوں' وہ مسکرایا اس طرح زندہ رہا جاتا ہے' لیکن شمالی سرحد جانے ابھی کتنی دور ہے' اور ابھی مجھے اور کتنا چلنا ہو گا؟ راتوں رات یہ سفر ختم ہو جاتا تو اچھا تھا۔ دن میں سورج سے کیسے چھپ سکوں گا! مجھے چلنا ہی چاہئے۔ اس نے کھڑا ہونے کی کوشش کی' ہاں۔ ورنہ ••••• ڈیوڑھی میں دروازے کے پٹ زور سے بجے۔ اس نے گھبرا کر مڑ کے پیچھے دیکھا' ایک سایہ سا لپکا' وہ دبے پاؤں ڈیوڑھی کی طرف آیا' سایہ دیوار پر چلتا ہوا ڈیوڑھی کی دیوار کی اوٹ میں ہو گیا۔

"کون ہے؟"

اس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ چند سیکنڈ جواب کے انتظار میں گزر گئے۔

کوئی بھی تو نہیں' وہ تو آگ کے باعث میرا اپنا ہی سایہ تھا۔ یہ دروازہ کھلا تھا؟ ہوں۔ دوسرا پٹ ہلنے سے کھلا ہو گا۔

اس نے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔ کمرے میں لوٹتے ہوئے اس کے پیر کمرے کے دروازے کی دہلیز ہی میں جم گئے۔ وہ دبے پاؤں فوراً اوٹ میں ہو گیا۔ آگ کے پاس کوئی بیٹھا تھا' سر جھکائے شعلوں کو گھور رہا تھا۔

یہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ وہ یہاں پہلے سے موجود تھا یا اب ہی آیا ہے۔ کہیں خفیہ کا آدمی تو نہیں؟ مجھے گرفتار ••••• اس کا دل پھر زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس کا لباس اتنا گیلا ہے کہ پانی ہی سے بنا دکھائی دیتا ہے اور شکل ••••• شکل ••••• اس نے آنکھیں جھپک جھپک کر بار بار اس کے چہرے کو دیکھا' چہرہ بالکل واضح نہیں تھا وہ ابھی تک چپ چاپ اسی طرح بے حس سا بیٹھا تھا' میں کب تک یہاں کھڑا ٹھہرتا رہوں گا' میں نے آگ اس کے لئے تو نہیں جلائی تھی۔ ممکن ہے یہ یہیں رہتا ہوں' لیکن اس نے میری دستک کا جواب کیوں نہیں دیا تھا۔ شاید یہ بھی میری طرح ••••• جو کوئی بھی ہے' اگر اس نے کوئی ایسی ویسی بات کی تو میں گلا گھونٹ دوں گا۔ میں اس سے کہیں زیادہ طاقتور ہوں۔ وہ چوکنا ہو کر اوٹ سے نکلا اور دبے پاؤں چلتا ہوا بالکل اس کے اوپر ہی جا کے کھڑا ہو

www.kitaabpoint.blogspot.com

گیا۔ دوسرے نے بالکل کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے دوسرے سے نظریں بچا کر فرش سے کرسی کا ٹوٹا ہوا بازو اٹھالیا۔

''کون ہو تم؟'' اس نے دوسرے کا چہرہ واضح طور پر دیکھنے کی کوشش کی۔ ''جواب کیوں نہیں دیتے؟''

دوسرے نے جھکا ہوا سر دھیرے دھیرے اٹھایا اور نظریں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔ اس کے جسم میں بجلی کی لہر دوڑ گئی۔ دوسرے کی آنکھیں' ناک' گال' دہن اور کان ایک دوسرے میں گھلتے ملتے ابھر رہے تھے جیسے بارش میں پڑی آبی رنگوں کی تصویر' کرسی کے بازو پر اس کی گرفت اور بھی مضبوط ہو گئی۔ دوسرے نے نظریں دوبارہ جھکا لیں۔

''تمہیں سنائی نہیں دیتا؟ کون ہو تم؟''

''تم کون ہو؟'' دوسرے نے جھنجلا کر جیسے آگ سے کہا۔

تو یہ ان میں سے نہیں ہے۔ خفیہ پولیس بھی نہیں۔ یہ مجھے جانتا ہی نہیں ورنہ اب تک اس نے مجھے اپنے قابو میں کر لیا ہوتا۔ اس نے بے دھڑک ہو کر کہا۔

''میں اس جنگل کے رہنے والوں میں سے ایک ہوں اور تم؟''

دوسرا مسکرا دیا'

''میں کوئی نہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''میں سب کچھ ہوں۔''

''دیوانے ہو۔'' اب یہ مسکرایا ''لیکن یہاں کیا کر رہے ہو؟''

دوسرا پھر سوچ کی آگ میں اتر گیا۔

''بولو۔''

''پتا نہیں' یہاں کیا کر رہا ہوں۔'' دوسرے نے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا جیسے کہہ رہا ہے' جاؤ جاؤ' اپنا کام کرو۔

''ٹھیک ٹھیک بتاؤ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔''

''تو تم قاتل ہو۔'' دوسرے نے نظریں اٹھائے بغیر کہا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا کرسی کا بازو ہوا میں بلند کیا جیسے اس کے سر پر دے مارے گا۔ ''تو پھر تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

www.kitaabpoint.blogspot.com

"کیوں؟"

"یہ ہاتھ والی لکڑی آگ میں ڈال دو آنچ ہلکی ہو رہی ہے۔"

"تمہارا چہرہ واضح کیوں نہیں۔"

"تمہاری نظر کمزور ہے۔"

"میں ہر چیز کو صاف دیکھ رہا ہوں۔"

"یہ بھی نظر کا دھوکہ ہے۔ تم آئینہ دیکھو تو اپنے آپ کو بھی نہ پہچان پاؤ۔"

"میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا۔" وہ جھینپ سا گیا۔ "تم مجھے صاف دکھائی دے رہے ہو۔"

دوسرا ہنسا۔

"یہ بھی فریب نظر ہے۔"

عجیب سی باتیں کر رہا ہے۔ کہیں یہ مجھے اپنی بے معنی باتوں میں تو نہیں لگائے رکھنا چاہتا تا کہ پولیس کے آنے تک میں یوں مصروف رہوں اور پھر یکا یک۔

"تم پولیس سے تو نہیں ہو؟"

"نہیں مجھ پر تو خود مقدمہ چل رہا ہے۔"

"مجھے دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔"

"میں تو خود کسی چال کا شکار ہوں۔"

"ثبوت؟"

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ تم مفرور نہیں ہو۔"

"میری نیکر۔"

"اس قسم کا کپڑا اور کہیں نہیں ملتا؟"

اپنی بودی دلیل پر یہ خود ہی شرمندہ سا ہو گیا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ یہ اس کے چہرے کے تاثر اور اس کی زبان پر اعتبار کرے۔ پھر اس نے سوچا کہ میں یہاں سے چلا ہی کیوں نہ جاؤں۔ پہلا اٹھ کھڑا ہوا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

''جا رہے ہو؟''

''ہاں۔''

''بارش اسی طرح ہو رہی ہے اور اب تمہیں اس قسم کی اور کوئی پناہ گاہ نہیں ملے گی۔''

''تمہیں کیسے پتا ہے؟''

''ہوا کہاں نہیں جاتی۔'' وہ مسکرایا۔ ''میں جب سے ہوں تب سے میں نے اپنے آپ کو جنگل ہی میں پایا ہے حیرت ہے تم سے آج تک ملاقات نہیں ہوئی۔''

''شاید اس لئے کہ میں گوشہ نشین بھی ہوں۔''

''صبح ہو جائے گی' میں جاتا ہوں۔''

''لیکن جنگل میں تو اندھیرا ہی رہے گا۔'' دوسرے نے توقف سے کہا۔ ''اب ہمارا ساتھ شاید کبھی نہ چھوٹے' جہاں تم جاؤ گے میں بھی وہیں.....

''تم پر تو مقدمہ چل رہا ہے۔''

''جانے مقدمہ چل رہا ہے یا سزا بھگت رہا ہوں۔''

''تمہارا جرم کیا تھا؟''

''اچھا۔ اب چپ کر کے بیٹھ جاؤ اور مجھے سوچنے دو۔'' دوسرا پھر آگ میں اتر گیا۔

''میں نے زندہ رہنے کی کوشش کی تھی۔''

دوسرے نے آنکھیں موند لیں۔ پہلا اسے دیکھتا ہوا رفتہ رفتہ پھر بیٹھ گیا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا لی۔

''کون نہیں کرتا' زندہ رہنے کی کوشش۔ جو ایک مرتبہ پیدا ہو جائے' زندگی اس کا حق ہے۔''

''ہم جس لمحے پیدا ہوتے ہیں اس لمحے سے مرنا شروع کر دیتے ہیں۔''

''کس نے کہا تھا.....''

''اور انسان اس عمل کو زیادہ سے زیادہ طول دینے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ بات بڑی معمولی سی تھی۔ میں زندہ رہنا چاہتا تھا۔ مجھے یہاں سے نفرت ہو گئی تھی اور اب بھی ہے۔ میں یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔ میں دن بھر سڑکوں پر مارا مارا پھرتا۔ میری کوئی

www.kitaabpoint.blogspot.com

قدر نہیں تھی۔ میرا دل پرواز کرنے کو چاہتا تھا لیکن زمین کی دھول میرے پیر نہیں چھوڑتی تھی۔ میرا جی چاہتا تھا میرا اپنا بھی ایک گھر ہو لیکن میں چچا کے گھر میں قید تھا' ایک کا بک میں۔ میں..... میں' جانے میرا گھر کیسا تھا' کہاں تھا' مجھے کچھ پتا نہیں۔ میرا اپنا گھر! جہاں میں پیدا ہوا تھا۔ میرے کانوں میں صرف ایک سریلی دھن کی بس گھلی تھی اور میں وہاں نہیں تھا۔ جانے میں نے کیا کیا تھا کہ مجھے ....."

پہلے نے آگ میں ایک اور لکڑی ڈال دی اور شعلے بھڑک اٹھے۔ دوسرے نے بھی ایک لڑکی اٹھالی اور زمین پر ماری' زمین پر کوڑے کی طرح کا نشان پڑ گیا۔

"ہر جگہ یہاں سے بہتر ہوگی یہاں میں نے چیخ چیخ کر سب سے کہا کہ دیکھو میں ہوں اور سب نے یہی کہا تھا کہ تم نہیں ہو۔ میں نے یقین دلایا کہ میری ماں نے مجھے جنم دیا ہے اور سب ہنس دیتے تھے' میں نے کہا میرا باپ تھا' سب نے فلک شگاف قہقہے لگائے تھے۔ اور تم' تم میرے چچا ہو۔ سب سے بلند قہقہہ اس کا تھا۔

ہاں' اور میں تمہارا ان داتا ہوں۔ تمہاری ماں کا بھی۔ اچھے' ماں میری اسی دکھ سے مر گئی۔ اسے شاید مر ہی جانا چاہئے تھا۔ میرا خیال تھا کہ میں اس کے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گا۔ مجھے ماں سے بہت محبت تھی کسے نہیں ہوتی؟"

آگ ہنسی ماں۔

"جانور' اس اندھیرے کی بھی اپنی ہی دمک تھی اور میں نے کوئی جرم کیا تھا۔ شاید اندھیرے کی دمک کو مٹھی میں لینا چاہا تھا۔ میں نے کیا کیا تھا' کون سی خطا سرزد ہوئی تھی مجھ سے.....؟ مجھے پیسے چاہئیں چاچا' یہاں میں نہیں رہوں گا' پیسہ؟ ہاہا۔ پیسہ! کہاں سے لو گے؟ جیب کاٹو گے؟ خیر وہ تو تم کاٹتے ہی ہو..... مجھے روٹی کے علاوہ بھی سب کچھ چاہئے جو تمہارے پاس ہے۔ میں بھی تمہاری طرح ہوں چاچا۔ مجھے بھی موقع دو..... مجھے بھی زندہ رہنے دو' کاروبار کراؤ مجھ سے بھی پیسے دو گے یا نہیں؟ چچا نے دکان سے لوٹتے ہی مجھے بہت غلیظ گالیاں دیں۔ میں اس سے رقم چھین رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میری گردن پر تھے۔ زندگی میری ہے۔ میں نے چانگر مار کے رقم چھوڑ دی اور چاقو نکال کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا تھا۔ میرے سامنے رقم کے پاس فرش پر چچا تڑپ رہا تھا۔ حیرت سے میرا منہ کھلا تھا اور خون بھری انگلیاں میرے منہ میں تھیں۔ پھر مجھے پتا نہیں کیا ہوا تھا۔ چچی اور اس کے بچے بھاگے آئے تھے۔ میں تو فرش سے رقم سمیٹ کر اپنی ماں کی قبر پہ اسے خدا حافظ کہنے جا رہا تھا۔"

ماں! مدھم ہوتی آگ پر کسی نے لکڑی رکھ دی۔ یہ کوکھ نہیں ہے۔ قبر ہنسی۔ کوکھ سے پہلے کیا تھا؟ قبر کے بعد کیا ہے؟ دونوں نے

www.kitaabpoint.blogspot.com

بیک وقت سر اٹھا کر ایک دوسرے نظروں سے دیکھا۔ہم یہاں پر کیوں ہیں؟

''مجھے کچھ پتا نہیں' کچھ یاد نہیں پھر کیا ہوا تھا۔ میں نے سنا ہے میں کسی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا تھا۔ مجھے دھندلا سا نظر آیا ہے کہ کٹہرا لکڑی کا نہیں تھا۔میرے اردگرد ہڈیوں کا جنگلا تھا اور میرے اردگرد گدھ ہی گدھ تھے' سر جھکائے عجیب سی باس فضا میں گھلی تھی۔دور کہیں سے' جیسے افق سے آواز آئی تھی کہ میں نے جسے چاقو مارا تھا' چونکہ وہ بچ گیا ہے اس لئے..... اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر میں نے کیا کیا تھا۔میرا قصور؟ یہ زمین مجھے یہاں سے نہیں جانے دے گی۔ میں بے بس سا ہو گیا۔یہ زمین میری نہیں اور میں دن رات سوچتا رہتا تھا اگر میں بے قصور ہوں تو یہ سزا کس لئے؟ میں نے سب کی طرح زندگی اور اس سے متعلقہ چیزیں مانگی تھیں' مجھے انکار کر دیا گیا۔ میں نے اپنا حق لینے کی کوشش کی اور میں جیل میں تھا۔دوسرے قیدی بھی شاید اسی طرح سوچتے ہوں گے' دن رات چار دیواری میں بند' سر جھکائے ماریں کھاتے' مشقتیں کرتے' پتھر چباتے' کندھوں پر چٹانوں کو اٹھا کر آسمانوں پر لے جاتے پتھر آسمان سے لڑھک کر پھر زمین پر' پھر وہی چٹان وہی کندھے' وہی چڑھائی اور وہی آسمان میں پتھر نہیں چباؤں گا۔ چٹانیں نہیں اٹھاؤں گا ان مشقتیوں کے دماغ ماؤف ہو گئے ہیں۔ میں آزاد پیدا ہوا تھا اور آزاد ہی رہوں گا۔میخوں کے بستر پر نہیں لیٹوں گا یہ جسم میرا ہے' میں اس کی حفاظت کروں گا۔''

جسم کہاں ہے؟ آگ کی لپٹیں اور بھی اونچی ہو گئیں کہ ان دونوں میں سے ایک نیا آتشدان میں ایک لڑکی اور ڈال دی تھی۔

''پھر رات آئی۔بارش آئی اور طوفان آیا اور میں اب بھی وہیں ہوں۔''

میں وہاں نہیں ہوں'

اور مجھے اب بھی پتا نہیں چلا کہ میں نے کیا کیا ہے۔

وہاں سے نکل کر سب سے پہلے میں ماں کی قبر پر جانا چاہتا تھا۔لیکن وقت.....

ماں سے محبت؟

کسے نہیں ہوتی۔

مجھے نفرت ہے اس سے۔ نہ وہ مجھے جنم دیتی اور نہ میں اس طرح سوال بنتا۔میرا بس چلتا تو میں کوکھ ہی میں سے اسے مار دیتا۔

ماں آآں۔

''کیا کہا.....؟ تم نے کیا کہا تھا؟''

www.kitaabpoint.blogspot.com

اس نے دیوار سے آگے کو جھک کر کہا۔ دوسرا اسی طرح آگ پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

''ہوں؟''

''تم نے کچھ کہا تھا؟''

''کچھ نہیں۔ میں نے تو کچھ نہیں کہا۔''

''ابھی۔ابھی۔''

''یہ کس نے کہا تھا......''

''کہ......''

''خیر چھوڑو اسے۔''

''میں تو سوچ رہا ہوں کہ یہ کس قسم کا مقدمہ ہے۔ اگر سزا ہے تو کیسی ہے۔ اگر میں مجرم ہوں تو الزام کیا ہے۔ میں جہاں بھی ہوں کیوں ہوں۔ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔''

''کہاں۔''

''جہاں سے آیا ہوں۔''

''شمالی سرحد کے پار نہیں جاؤ گے؟''

''تم بھی چلو میرے ساتھ۔''

''جب میں نے تمہارے ساتھ چلنے کو کہا تھا تو تم گھبرا گئے تھے۔'' ''لیکن نہیں۔ میں یہاں سے نہیں ہوں۔''

''میں بھی یہاں سے نہیں ہوں۔ یہاں سے کوئی راستہ نہیں جاتا اور میں واپس جانا چاہتا ہوں۔''

''کیوں۔''

''تاکہ جا کر پتا کروں کہ جہاں میں تھا' کیوں تھا اور اب یہاں کیوں ہوں۔''

''کس سے پوچھو گے؟''

''اپنے آپ سے۔''

پہلے نے سوچا۔ کوئی مقدمہ وغیرہ نہیں' پاگل ہے اور پاگل خانے سے بھاگا ہے۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

"پر تم وہاں جاؤ گے کیسے؟"

"دیکھو بارش ختم ہو گئی ہے؟"

اس نے اٹھ کر کھڑکی کھولی' دور افق پر صبح کی روشنی تھی۔ آسمان بالکل صاف تھا۔ اس نے لمبا سانس لیا۔

"تم تو کہتے تھے یہ جگہ تاریک ہی رہے گی۔"

"ہے تو..... یہ روشنی جنگل سے دور ہی رہے گی۔"

"تو چلو چلیں۔" پہلے نے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"سامنے پہاڑی ہے۔ یہیں سے شمالی سرحد شروع ہوتی ہے۔"

"اچھا! پھر تو ہم بہت نزدیک ہیں۔"

"لیکن چٹان بالکل سیدھی ہے پیر جم نہیں سکتا۔"

"میں جما لوں گا۔"

"اس پر کوئی جھاڑی یا درخت نہیں۔"

"میں کچھ نہ کچھ کر لوں گا۔"

"اور مجھے تنہا چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔" دوسرا گرجا'

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" پہلا کھڑکی سے گھوما۔ "تم نے خود ہی کہا تھا' تم اپنے راستے جاؤ۔"

دوسرا اتنی زور سے ہنسا کہ اس گھر کی باقی چھتیں بھی گرتی گرتی رہ گئیں۔

"میرا راستہ کاٹھ کے دروازے سے ہو کر جاتا ہے۔"

دوسرا اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور پہلے کی طرف یوں بڑھا جیسے وہ کاٹھ کا دروازہ ہے اور وہ اس کے اندر سے گزر جائے گا۔

"میں' میں تم قتل....."

"میں مر نہیں سکتا۔" دوسرا پھر ہنسا۔ "تم نے میرے چہرے پر غور کیا ہے' تمہیں کچھ نظر آتا ہے آنکھیں' ناک کان اور ہونٹ؟"

پہلے نے کچھ کہنا چاہا لیکن دوسرے نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

"میرے راستے میں کاٹھ کا ایک دروازہ ہے۔" اس نے پہلے کی طرف انگلی کا اشارہ کیا۔ جب تک یہ پر چھائیں نہیں بن جاتا'

www.kitaabpoint.blogspot.com

مجھے اپنے سوال کا جواب نہیں ملے گا۔ مجھے جواب چاہئے جلد بہت جلد۔

دوسرا اسی طرح گرجتا ہوا آگ میں جا کھڑا ہوا اور آگ اور بھی بھڑک اٹھی "دیکھو' آگ مجھے نہیں پکڑ سکتی جب تک ہر شے پر چھائیں نہیں بن جاتی۔

میرے کپڑے بھی تب تک گیلے ہی رہیں گے۔"

"کو..... کون ہو تم؟"

"ایک' جو اپنا جرم جاننا چاہتا ہے۔"

وہ آگ سے نکل کر پہلے کی طرف بڑھا۔

پہلا' الٹے پاؤں چلتا ہوا گھبرا کے تیزی میں کھڑکی کو پھلانگ کر باہر آ گیا اور دیوار کے ساتھ پڑی اینٹ اٹھالی۔ اس نے کھڑکی سے اندر جھانکا دوسرا شاید اوٹ میں ہو گیا تھا۔

وہ اینٹ ہاتھ میں تھامے بے طرح بھاگنے لگا' میں نہیں مروں گا' میں اتنی مشکل سے' اتنی مشکل سے..... آزاد ہوا ہوں؟

"تم اب بھی قید ہو۔" قریب ہی سے جیسے دوسرے کی آواز آئی۔

اینٹ پر اس کے ہاتھ کی گرفت اور بھی مضبوط ہو گئی' پھر یہ سوچ کر کہ پہلے اس سے نپٹ ہی لیا جائے' پھر اطمینان سے پہاڑی پر چڑھے گا' وہ رک گیا' اس نے اپنے گردوپیش دیکھا' کوئی نہیں تھا' ابھی ابھی تو اس کی آواز آئی..... وہ پریشان ہو گیا۔

"کہاں ہو تم؟"

"تم کہاں ہو؟" دوسرے کی آواز بالکل اس کے لباس کی طرح بھیگی ہوئی' دوسرے نے چاروں اور دیکھتے ہوئے سوچا' کمال ہے۔ ابھی تو اس نے میرے سامنے کھڑکی پھاندی تھی۔ کہاں گیا؟ اگر مجھے وہ کاٹھ کا دروازہ نہ ملا تو..... تو' مجھے جلد از جلد اسے ڈھونڈ لینا چاہئے۔

پہلے نے خود کو تنہا پا کر اینٹ پھینک دی اور چٹان پر چڑھنے لگا' آہ' شمالی سرحد..... اب وہ کم بخت بھی مجھے کبھی نہیں پکڑ سکے گا۔

"کہاں چلے گئے ہو؟ آؤ میں دروازہ پار کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری مشکل بھی آسان ہو جائے گی۔"

دوسرے نے دیوانوں کی طرح بھاگتے ہوئے کہا۔

پہلا بالکل اس کے آگے تھا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

کوئی نہ کوئی تو ایسی جگہ ہوگی جہاں سے اس پہاڑی پر چڑھا جا سکے اس نے پاگلوں کی طرح وادی میں چکر لگاتے ہوئے سوچا' یوں کبھی دوسرا اس کے آگے ہو جاتا اور کبھی وہ دوسرے کے آگے۔

"مجھے راستہ دو' کہاں ہو؟"

"جانے کم بخت کہاں چلا گیا؟"

دونوں وادی میں ایک چٹان کے گرد گھومتے ایک دوسرے کو تلاش کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کے آگے پیچھے' پیچھے آگے۔

دور نیچے چٹان کے گرد دائرے میں بھاگتی دو پرچھائیاں یا دو وجود یا ایک پرچھائیں اور ایک وجود یا دونوں کچھ بھی نہیں۔ صرف ہوا' صرف بادل کے دو ایک ٹکڑے' چھوٹے چھوٹے نیچے وادی پر معلق یا صرف بوان پر منڈلاتی گدھوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ جھپٹیں تو کس پر۔

وادی کے عین اوپر' اپنی آنکھوں کے بالکل سامنے گدھوں کو منڈلاتے دیکھ کر وہ لرز گیا اور یکدم پتھر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا ..... گدھ۔ لاش؟

اس نے سڑک کے کنارے کھڑے ہو کر نیچے وادی میں نظر دوڑائی اور زمین پر پڑے کنکر کو وادی کے رخ ٹھوکر مار کے سوچا' یہ جگہ کچھ عجیب سی ہے' یہاں سیر کے لئے قطعی نہیں آنا چاہئے۔

◆◆◆

www.kitaabpoint.blogspot.com

سونے کی تلاش

اس کی نظریں سامنے گولیوں سے چھدی ہوئی بھول بھلیاں میں بھٹک رہی تھیں۔ سارے راستے سینے پر تھے۔ باقی سارے جسم پر کوئی نشان نہ تھا۔ وہ ان بھول بھلیاں میں اپنی نگاہ تلاش کرتا ہوا اپنی سیٹ سے اٹھا اور آہستہ آہستہ گیلری کی سیڑھیاں اترنے لگا۔

"ڈاکٹر صاحب! آپ کی نگاہیں۔"

روشن نے پانی کی بالٹی فرش پر رکھی اور اس میں بورے کا ٹکڑا پھینک دیا۔ اس نے نگاہوں سے خالی' کھوکھلی آنکھیں روشن کے چہرے پر گاڑ دیں۔

"کیا بات ہے ڈاکٹر صاحب؟"

"ہوں۔ دیکھو میں نے تم کو کئی مرتبہ کہا ہے کہ مجھے ڈاکٹر نہ کہا کرو۔ ابھی میرا ایک سال رہتا ہے' میرا نام مسعود ہے۔"

کم بخت یہاں پڑیوں پہلے سال سے ڈاکٹر کہنا شروع کرتے ہیں کہ

انسان اپنا نام بھی بھول جاتا ہے۔

"اچھا! ڈاکٹر صاحب؟"

مسعود مسکرانے کی کوشش کرتا ہوا پوسٹ مارٹم کی میز کی طرف بڑھا۔ پولیس سرجن اور دوسرے لوگ پوسٹ مارٹم کے بعد جا چکے تھے اور اس کی نگاہیں ابھی تک سینے کی بھول بھلیاں میں ٹھوکریں کھا رہی تھیں۔

کتنا خوبصورت سینہ ہے۔ جیسے' جیسے کیا؟

اس نے کھوکھلی آنکھوں سے پھر روشن کی طرف دیکھا۔

"ڈاکٹر صاحب جی۔ میں نے اس باڈی کو کولڈ سٹوریج میں پہنچانا ہے اور فرش بھی صاف کرنا ہے۔"

جیسے

اس کی آنکھیں خالی دیواروں کی سفیدی سے سفید ہو گئیں۔

جیسے مرمری سل' احکام کی تختی اور یہ گولیوں کے نشان ان غاروں کے منہ جن میں داخل ہو کر جب انسان باہر آتا ہے تو مرمری سل

www.kitaabpoint.blogspot.com

بن چکا ہوتا ہے جس پر وہی عبارت لکھی ہوتی ہے اور وہی غار ہوتے ہیں۔

مسعود یہ سوچ کر بہت حد تک مطمئن ہو گیا کہ اب سینے کے غار روشن ہو جائیں گے اور اس کی نگاہیں لوٹ آئیں گی۔

''چلئے صاحب۔''

روشن نے بورے کا ٹکڑا بالٹی میں نچوڑتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔بس ایک منٹ۔''''سمگلر تھا۔''

''ہوں۔''

روشن اس کی ''ہوں'' کو ایک نظر دیکھ کر بورے سے فرش صاف کرنے لگا۔میں بھی لڑکوں کے ساتھ کیوں نہ چلا گیا' اس نے ہولے ہولے سمگلر کی ٹانگ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا۔میں نے اتنے پوسٹ مارٹم دیکھے ہیں لیکن آج تک میری آنکھوں نے نگاہیں نہیں کھوئیں۔شاید ان ڈیڈ باڈیز میں کوئی سمگلر نہیں ہوگا۔اگر کوئی لاش آئی ہوگی تو ہماری کلاس نہیں ہوگی اس دن۔

پولیس سرجن کی عادت تھی کہ پوسٹ مارٹم کرتے وقت موت کی وجہ پر اظہار خیال کرتا تھا۔

''اسے کیوپڈ کا تیر نہیں بلکہ چاقو لگا ہے۔رقابت بڑا عجیب جذبہ ہوتا ہے ہاں جی' لکھئے' دل کا زخم دو انچ گہرا اور ایک انچ لمبا۔''

''اس نے مارنے والے کے دس روپے دینے تھے۔دونوں کے درمیان کچھ تلخی ہوئی تو وہ اس کی جان لے گیا' فائدہ اسی کو رہا۔دس روپے خرچ بھی کر لئے اور آئندہ ادھار سے بھی چھٹکارا ہوا۔لکھو جی۔سر پر کئے پھٹے دو زخم' بھیجا باہر نکلا ہوا اور سوڈے کی بوتل کی کرچیاں۔''

''یہ سمگلر تھا۔سمگلر۔''

پولیس سرجن مسکرایا تھا۔گولیوں کے زخموں کی تعداد اور گہرائی وغیرہ لکھوانے کے بعد لاش کے سینے اور پیٹ کی قبر کھولی تھی اور پھر روشن سے جسم سینے کے لئے کہہ کر لوگوں کو سمگلنگ اور ملکی معاشیات کی اہمیت سمجھا کر چلا گیا تھا۔

سمگلنگ کتنا مزیدار پیشہ ہے۔چند منٹوں میں اتنی ڈھیر ساری رقم

پھر اور سمگلنگ' پھر اور پیسہ۔

لیکن جب اسے سمگلنگ اور ملکی معاشیات پر سرجن کی باتیں یاد آئیں تو وہ کچھ شرمندہ سا ہو گیا اور اس نے کنزرویٹسٹ بن کر بڑی منتظر آنکھیں لاش کے چہرے کی طرف اٹھائیں۔اس کا سر لکڑی کے بلاک پر پیچھے کی طرف جھکا ہوا تھا۔اس کے لمبے لمبے سیاہ اور

www.kitaabpoint.blogspot.com

سفید بال نیچے لٹک رہے تھے'اس کی داڑھی بالوں سے کچھ ہی چھوٹی تھی جسے روشن نے لپیٹ کر پیچھے اس کی گردن کے نیچے دبا رکھا تھا۔ اس نے گردن کے نیچے سے داڑھی نکال کر اس کے زخمی سینے پر پھیلا دی۔

یہ سمگلر نہیں ہوسکتا۔ ہوں! ممکن ہے سکھ ہو اور برکی ہڈیارہ کے راستے سے.....

اس نے آنکھوں سے سر سے پیر تک اسے ٹٹولا۔

نہیں۔ یہ سکھ نہیں ہے۔ تو پھر کوئی ملنگ ہوگا اور اس پر سمگلنگ کا چارج غلطی سے لگ گیا ہوگا۔ ہاں ملنگ ہی تو ہے اتنا پرسکون' نورانی چہرہ!

اس سوچ کے ساتھ ہی اسے خیال آیا کہ اسے یہ چہرہ پہلے کیوں نورانی محسوس نہیں ہوا۔

نہیں۔ چیزوں کی اصلیت کا پتا ان پر غور کرنے سے چلتا ہے۔ لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ کسی چیز کو غور سے دیر تک دیکھنے پر اس کی شکل تبدیل ہونا شروع ہو جائے یعنی وہ نہ رہے جو سرسری طور پر دیکھنے میں تھی۔ مثلاً بادل' اندھیرے کمرے میں کھونٹی پر لٹکے ہوئے کپڑے اور ٹوپی' اصلیت تو وہی رہتی ہے لیکن انسان اپنے احساس کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ تو پھر اصلیت کیا ہوئی۔ احساس یا کہ چیزوں کی ظاہری صورت۔ یہ میرا احساس ہے کہ یہ سمگلر نہیں اور اس کا چہرہ نورانی ہے چہرے کا نور اور سکون تو زندوں کی آنکھیں خواہ مخواہ مردوں کو دے دیتی ہیں۔ شاید اس لئے کہ زندگی کے چہرے کے کرب اور تاریکی سے نجات کی یہ آخری امید ہوتی ہے لیکن نہیں۔ یہ احساس تو مجھے اسے دیکھتے ہی ہو جانا چاہئے تھا تو پھر اس کے چہرے پر واقعی سکون ہے' نور ہے اور یہ سمگلر نہیں ہے۔ تو کیا میرا غوروفکر ٹھیک ہے؟ لیکن میرا احساس مجھے دھوکا بھی تو دے سکتا ہے۔ یہ سمگلر ہے' نہیں ہے' ہے' نہیں ہے۔

''تم سمگلر ہو؟'' اس کی آخری سوچ زبان سے پھسل گئی۔

''اب بن گیا ہوں۔'' سمگلر نے مسکراتے ہوئے بڑی نحیف آواز میں کہا۔

''کیا مطلب؟''

''یہ بعد میں سمجھاؤں گا مجھے ذرا سہارا دے کر بٹھا دو۔ میں لیٹے لیٹے تھک گیا ہوں زیادہ سونے سے کتنی تھکاوٹ ہو جاتی ہے''

وہ اپنے جسم کو دبانے لگا۔

''ہوں۔''

مسعود نے دروازے کی طرف دیکھا۔ روشن غالباً بوریا نچوڑنے کے لئے باہر جاتے جاتے ادھ کھلے دروازے میں کھڑا تھا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

مسعود مسکرا دیا' پھر اس نے کھڑکی کے شیشوں سے باہر دیکھا۔ درختوں کو تیز ہوا جھنجھور رہی تھی اور آسمان پر بڑے تاریک بادل چھا رہے تھے۔

''آج بارش ہوگی۔'' مسعود نے کہا۔

''نہیں ہوگی۔'' اس نے کہا۔

''تمہیں کس طرح پتا ہے کہ نہیں ہوگی۔''

''جس طرح تم نے کہہ دیا کہ ہوگی۔''

آدمی ذہین ہے' سمگلنگ کے لیے جرات کے ساتھ تھوڑی بہت ذہانت کی ضرورت بھی ہوتی ہوگی۔

مسعود نے سوچا۔

''تم واقعی سمگلر ہو؟''

''میں نے کہا تھا کہ اب بن گیا ہوں۔''

''تو پہلے نہیں تھے؟''

''تھا تو...... لیکن جو پکڑا جائے وہی چور۔''

''تم کیا سمگل کرتے تھے؟''

''سونا۔''

''سونا!''

مسعود نے حیرت سے کہا۔

''ہوں۔''

وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے میں ٹہلتا ہوا شیشے کے سربند مرتبانوں میں جگر گردوں وغیرہ کے حصے دیکھنے لگا۔

''میرے جسم سے کوئی خاص چیز نکلی؟''

''ایک بار میں تم کتنا سمگل کر لیتے تھے؟''

وہ اس کی آنکھوں میں سونے کی چمک دیکھ کر مسکرایا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

''میرے سینے سے کوئی گولی دولی؟''

''نہیں۔کتنا سونا۔''

مسعود نے اپنی آنکھوں میں سونے کی چمک کو گولیوں کی بوچھاڑ سے بچاتے ہوئے کہا'

''بہت۔اتنا کہ ہی چکر میں قسمت بدل جائے۔''

''تو پھر تم بار بار کیوں گئے۔''

''اور زیادہ اور زیادہ۔''

مختلف چیزوں کا جائزہ لیتے ہوئے اس کی نظریں میز پر جمے ہوئے خون کے لوتھڑوں پر اٹک گئیں جو کہ دل کو صاف کرتے وقت گر گئے تھے۔

''یہ میرا خون ہے؟''

''تمہیں صرف ایک بار جانا چاہئے تھا۔

اس نے ہنستے ہوئے خون کا ایک لوتھڑا اٹھایا۔

''یہ خون نہیں سونا ہے۔''

مسعود بھنا گیا۔

''مجھے خواہ مخواہ بناؤ نہیں۔میں اس طرح نہیں ٹلوں گا۔تم سونا کہاں سے لاتے تھے؟'' اس نے جواب دینے کے بجائے ہتھیلی پر پڑا ہوا لوتھڑا' کھڑکی میں مدھم ہوتی روشنی میں' جوہریوں کی طرح بڑے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''تمہیں واقعی سونے سے بڑی دلچسپی ہے؟''

''کسے نہیں ہوتی۔بتاؤ نا یہ سونا کہاں سے لاتے تھے؟''

اس نے لوتھڑا زمین پر گرا دیا۔

''سرحد پار سے۔''

''مجھے وہاں لے چلو۔''

اس نے بڑی تیزی سے گھوم کر نوکیلی نظروں سے مسعود کو دیکھا' پھر نرمی سے اسے سمجھایا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

"ابھی تم بچے ہو اور یہ کام بہت خطرناک ہے۔"

"خطرات زندگی کو حسن دیتے ہیں' اور میں بچہ نہیں ہوں۔ پھر میں تمہاری طرح بار بار نہیں جاؤں گا' صرف ایک بار..... چلو۔"

مسعود نے دروازے کی طرف جاتے ہوئے کہا۔

"پھر سوچ لو۔"

"میں آج تک یہی سوچتا آیا ہوں۔"

"ایک دم امیر بننے کی خواہش اچھی نہیں ہوتی۔"

"لیکن فائدہ مند ضرور ہوتی ہے۔"

"ایک بار تمہیں راستہ آ گیا تو تم بار بار جاؤ گے۔"

مسعود بے قرار ہو گیا۔

"نہیں جاؤں گا بابا نہیں جاؤں گا۔ اب چلو گے بھی یا نہیں۔ سونے کے بغیر میرے بہت سے کام رکے پڑے ہیں مجھے اس وقت کا بہت دیر سے انتظار تھا۔"

"اسی عمر میں؟"

"خواہشات کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ میں نے جب سے دوسروں کو سونا پہنتے دیکھا ہے' استعمال کرتے دیکھا ہے اور اس کی اہمیت کو سمجھا ہے' تب سے اسے پانے کے لئے بے قرار ہوں لیکن کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اب میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا ..... چلو۔"

اس کے ساتھی نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب تو رات ہو گئی ہے اور گھٹا بھی پوری طرح چھا گئی ہے۔ پھر سہی۔"

"رات اور گھٹا تمہاری موجودگی میں اکٹھے ہیں' یہ بہترین موقع ہے..... ورنہ میں میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔"

وہ اتنی زور سے ہنسا کہ مسعود کچھ خوف زدہ سا ہو گیا۔

"تم ہنستے کیوں ہو؟"

اس نے اپنی گردن کو اپنے ہاتھوں سے دبایا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

''یونہی۔تم بہت ضدی ہو۔سونا حاصل کرنے کی خواہش بظاہر تو عام ہے لیکن غور کیا جائے تو اس سے بڑھ کر عجیب خواہش اور کوئی نہیں۔''

اس نے سٹریچر پر پڑی ہوئی اپنی چادر اٹھالی اور جسم کے گرد لپیٹتے ہوئے کہا۔

''تم جیسا متلاشی اور جرات مند میں نے آج تک نہیں دیکھا چلو۔میں تمہیں وہاں لے جاؤں گا جہاں سے تقسیم کار سونا لاتے ہیں۔''

اس تصور میں مسعود کے جسم پر عجیب سی کپکپی چھا گئی اور اس نے مستحسن نگاہوں سے اس کو دیکھتے ہوئے سوچا کہ یقیناً یہ کوئی بہت بڑا سمگلر ہوگا۔

وہ دونوں دبے پاؤں دروازے کی طرف گئے۔روشن ابھی تک دروازے میں کھڑا تھا۔ایک قدم دہلیز سے اندر دوسرا باہر اور ہاتھ میں بوریا۔مسعود نے رک کر اپنے ساتھی کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور وہ دونوں بغیر کسی آہٹ کے دوسرے دروازے سے نکلے گئے۔

درختوں میں ہوا کا شور تھا۔چند ایک ٹوٹے ہوئے پتے ان کے قریب سے گزر گئے۔رات بہت تاریک تھی۔آسمان پر رات کی سیاہی میں رنگی ہوئی گھٹا میں ہر روشنی تاریک ہو گئی تھی۔سوائے اندھیرے کے اور کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔مسعود ان راستوں پر چار سال سے چل رہا تھا اور اب اس تاریکی میں صرف اس کے حافظے کی روشنی تھی۔مسعود نے مڑ کر کہا۔

''کچھ نظر نہیں آرہا۔میرا خیال ہے شاید سارے شہر میں روشنی نہیں۔میرا ہاتھ پکڑ لو''

''میں اسی تاریکی کے راستے سے آیا تھا۔مجھے راستہ یاد ہے۔''

مسعود نے پھر بھی اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ہاتھ معمول سے زیادہ سرد تھا۔

سردی خاصی ہے اور اس کے جسم میں شاید حرارت بھی کم ہو۔

وہ دونوں اناٹومی ہال والا موڑ مڑ گئے۔

''یہ اناٹومی ہال ہے۔یہاں مردوں کی چیر پھاڑ ہوتی ہے۔''

''جسموں کی؟''

''اور کا ہے کی۔''

www.kitaabpoint.blogspot.com

کیسا بچوں جیسا سوال ہے۔

مسعود ہنسا۔

"تم نے کبھی مردوں کی باتیں سنی ہیں؟"

"تم نے کبھی سنی ہیں؟"

جب سر میں سفید بال آنے لگتے ہیں تو انسان پھر سے بچہ بننا شروع ہو جاتا ہے۔ وہی سادگی' معصومیت' وہی پاکیزگی' فینٹسی اور ضد۔

"تم بچے ہو۔ بالکل بچے۔"

مسعود نے کہا اور وہ بالکل بچوں کی طرح کھلکھلا کر ہنسا۔" اور تم بچے نہیں ہو؟ سونے کی چمک دیکھ کر متجس ہو گئے ہو..... میں تو چاندلوں گا"

"میں سونے کی اہمیت جانتا ہوں مسٹر۔ میں اس کی چمک کے علاوہ اس کے وجود کو بھی اپنانا چاہتا ہوں' کیونکہ قیمت صرف وجود کی پڑے گی' چمک کی نہیں۔"

"خوب تم کافی ذہین ہو۔"

اس کی آواز میں مسکراہٹ تھی۔

میں ایک اچھا سمگلر بن سکتا ہوں۔

اناتومی ہال کی نکڑ پر دیوار سے ٹیک لگائے چوکیدار بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ مسعود نے اپنے ساتھی کا ہاتھ دبایا اور بوٹ کے پنجوں پر چلنے لگا۔ مگر بوٹوں کی آہٹ نہ گئی۔ ابھی للکار آئے گی' ہو..... کون ہے؟ چوکیدار نے حقہ پیتے ہوئے سر گھما کر دیکھا اور تیز ہوا میں خشک پتے کھڑکھڑاتے ہوئے دیوار سے ٹکرائے۔ وہ ہوا اس کے ساتھ ہی اس کے قریب سے گزر گئے۔ چوکیدار پھر سے حقہ پینے لگا اور مسعود مطمئن ہو گیا کہ سوال جواب میں وقت ضائع ہونے سے بچا۔

"تم بہت آہستہ چلتے ہو۔ جلدی چلو نا۔"

"تم بے صبر ہو اور میں بوڑھا ہوں۔"

اس کے ساتھی نے مسکرا کے کہا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

ٹک شاپ کے سامنے سے گزرتے ہوئے مسعود رک گیا اور اس کا ساتھی بھی۔ اتنی تاریکی میں ٹک شاپ کے صرف ایک کونے میں ہلکی سی روشنی تھی۔ اس کے ساتھی نے چلنے کے لیے قدم بڑھایا۔ مسعود نے کہا۔

''ایک منٹ۔ آؤ دیکھیں کون ہے۔''

''کوئی فائدہ نہیں۔''

''اندر روشنی ہے۔ اس وقت!''

''سونا اس سے زیادہ روشن ہے۔''

مسعود نے سنی ان سنی کر دی اور وہ دونوں دیوار کی اوٹ میں ہو کر کھڑکی کی جالی سے اندر جھانکنے لگے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی بیٹھے تھے۔ درمیان میں موم بتی جل رہی تھی۔ مسعود کی گرفت اس کے ہاتھ پر سخت ہو گئی۔

''مجھے پہلے ہی سے شک تھا۔'' مسعود نے سرگوشی کی۔ ''میں کل رپورٹ کروں گا کہ ٹک شاپ کا ناجائز استعمال ہو رہا ہے۔''

''دراصل تم چاہتے ہو کہ اس لڑکے کی جگہ تم ہوتے۔''

مسعود نے اسے حیرانی سے دیکھا۔

''تمہیں کیسے پتا چلا۔''

''تجربہ۔''

''موم بتی نے یہ روشنی لڑکی کے گلے میں پڑے ہوئے سونے کے لاکٹ سے لی ہے اور لاکٹ کے اندر اس لڑکے کی تصویر ہے اور میں یہ تصویر پھاڑوں گا۔''

''موم بتی کو اپنے لیے روشن کیے بغیر نہیں اور تم روشنی کی تلاش میں نکلے ہو۔''

مسعود کو یکا یک یاد آیا کہ وہ اس وقت یہاں تک کس سفر کے سلسلے میں پہنچا ہے۔ اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تو پھر چلو۔''

اس کے ساتھی نے اسے ٹک شاپ کی کھڑکی سے کھینچا۔ مسعود تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا دور تک پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتا رہا۔

شہر میں روشنی ابھی تک نہیں آئی تھی۔

تیز ہوا میں روشنی اکثر بجھ جاتی ہے۔ شارٹ سرکٹ اور پھر آسمان پر تاریک بادل بھی تو ہیں۔ اگر میں ہوسٹل سے ٹارچ اور برساتی

www.kitaabpoint.blogspot.com

مانگ کرلے آتا تو بہتر ہوتا۔لیکن تک شاپ میں موم بتی جل رہی ہے اور میں اسے جلد از جلد بجھانا چاہتا ہوں۔ہوں!!! کل جب میں اس موم بتی کو چھوؤں گا تو یہ سونے کی بن جائے گی۔ پھر میں بڑے اعتماد سے اس کے گلے میں موم بتی کا لاکٹ پہناؤں گا۔ میں نے آج تک اس سے بات نہیں کی۔ میں نے ہمیشہ اسی طرح جالی سے جھانکا ہے۔اس کو اسی طرح چوری کیا ہے اور اس کی بھاگتی ہوئی کار سے اڑتی دھول پھانکی ہے۔لیکن کل..... کل میرے پاس کار ہوگی اور اس کے پیچھے اڑتا غبار سونا ہوگا اور

''سرحد تک پہنچنے میں کتنا وقت لگے گا؟''

مسعود نے اس سے پوچھا۔

''جتنا تیز چلو گے اتنا ہی کم وقت لگے گا۔''

''تم مجھے اسی ایک پھیرے میں اتنا سونا دے دینا کہ مجھے بار بار.....''

''جتنا اٹھا سکو گے لے لینا۔''

اس کے ساتھی کی رفتار کچھ تیز ہوگئی تھی۔ مسعود تھوڑی دور تک ساتھ چلتے چلتے پھر ایک دو قدم پیچھے رہ جاتا۔

کوئی سواری لے لیتے تو بہتر ہوتا' لیکن اس وقت؟ اور اگر ہو بھی تو کرایہ کون ادا کرے گا۔ بس' کل سے میں پیدل نہیں پھروں گا۔ میں پڑھائی چھوڑ کر بزنس شروع کردوں گا۔ ڈاکٹری میں کیا رکھا ہے۔ پہلے اتنا پیسہ اور وقت صرف کرو اور بعد میں کوئی مستقبل نہیں۔شہروں میں تو اینٹ اکھاڑو تو نیچے سے ڈاکٹر نکلتا ہے اور گاؤں؟ دیہات میں کون جائے.....

اسے اپنے کتنے جاننے والے یاد آئے جو ڈاکٹر بننے کے بعد ڈسپنسری نہیں کھول سکے تھے اور جنہیں مناسب ملازمت بھی بڑی مشکل سے ملی تھی اور جو شہر چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے تھے اور اس کے علاوہ کہیں اور نوکری کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ وہ تکے کبابوں کی دکان کھولنے کے بارے میں غور کررہے تھے۔

وہ کون ڈاکٹر ہیں جو اتنا بہت کماتے ہیں؟ اوہ ہاں' وہ' وہ اور وہ۔ لیکن ان سب کے پاس وسائل تھے' انہیں مواقع ملے تھے۔ دراصل ہر پیشے میں انسان کو اگر کچھ کرنے کا موقع ملے تو ہی وہ کچھ کرسکتا ہے۔ ڈاکٹری باقی تمام پیشوں سے زیادہ محفوظ پیشہ تو ہے پر آمدنی رفتہ رفتہ ہی بڑھتی ہے اور میں راتوں رات امیر ہوجانا چاہتا ہوں۔ یہ کتنا اچھا موقع ملا ہے۔سونے کی تجارت۔ اس قسم کی تجارت کو کم ظرف ہی سمگلنگ کا نام دیتے ہیں۔ لیکن میرے ملک کی معیشت؟ لیکن میں؟

سوچ میں رفتہ رفتہ ڈھیلے پڑتے قدم پھر تیز ہوگئے۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

میں زیادہ ضروری ہوں۔ جب تک میں خود اتنے بھاری بوجھ تلے سے نہیں نکلوں گا' ملک کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ کسی کے لئے بھی کیا کر سکتا ہوں۔ میرا سینہ اس رقم تلے پس رہا ہے جو کہ میرا ماموں میری پڑھائی پر صرف کر رہا ہے۔ میرے ماموں کو مجھ میں صرف اس لئے دلچسپی ہے کہ میرا مستقبل بنا کر وہ اپنی بیٹی کی شادی میرے ساتھ کر دے گا اور یوں میں ان کے احسانات کا بدلہ کچھ تو دے سکوں گا جو میری ماں نے اپنے والدین کی وفات کے بعد اپنے چھوٹے بھائی کو پال پوس کر کئے تھے۔

مسعود کو اپنی ماموں زادے کوئی دلچسپی نہیں تھی بلکہ اسے اس طوق کی گرفت بڑی شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ اسے ڈاکٹر بنانے کا فیصلہ بھی ماموں ہی نے کیا تھا اور اسی یقین پر اسے پڑھا رہے تھے کہ یہ پیسہ دراصل ان کی بیٹی ہی پر لگ رہا ہے۔ لڑکی بھی گھر ہی میں رہے گی اور خاوند بھی اچھا مل جائے گا اور جب سے وہ اس کالج میں داخل ہوا تھا اس کے دماغ کے کسی نہ کسی کونے میں وہ لڑکی چیونٹی کی طرح رینگتی رہتی تھی جو کار پر آتی تھی' جس کے گلے میں سونے کا لاکٹ تھا اور جس کے ساتھ اس نے آج تک بات کرنے کی جرات نہیں کی تھی۔ ہر روز ماموں کے پیسوں کی چار دیواری اونچی ہوتی جاتی تھی اور اس کی گردن پر ماموں کی لڑکی کی انگلیوں کا دباؤ بڑھتا جاتا تھا۔

کل یہ چار دیواری گر جائے گی اور یہ انگلیاں کٹ جائیں گی۔

مسعود نے مسکراتے ہوئے اپنی گردن پر ہاتھ پھیرا۔

''سنو! ہم کب تک وہاں پہنچیں گے؟''

اس نے جواب کے لئے اس کی طرف دیکھا مگر وہاں کوئی نہ تھا۔ اس نے یک لخت گھبرا کے چاروں طرف دیکھا' چاروں طرف کھیت ہی کھیت تھے۔ کٹی ہوئی فصلوں کے چھوٹے چھوٹے ٹھنٹھ کھڑے تھے۔ چاند کی ہلکی ہلکی روشنی میں دور مکانوں کے دھبے نظر آ رہے تھے۔

میں کہاں آ گیا ہوں.....؟ آسمان پر تو بادل تھے۔ رات بہت تاریک تھی اور اور شہر میں روشنی نہیں۔ یہ کون سی جگہ ہے؟ میں یہاں' کب آیا؟

اس نے پھر اسی سمت دیکھا جدھر وہ دونوں جا رہے تھے۔ بہت دور ایک سایہ جا رہا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا۔

''ٹھہرو''

اس کے ساتھی نے وہیں سے ہنستے ہوئے کہا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

"تمہیں ہی بہت جلدی تھی۔"

مسعود نے اپنے آپ سے اپنی شرمندگی چھپانے کے لئے اسے آہستہ سے بڑے غصے میں گالی دی۔اس کا ساتھی رکا نہیں تھا۔ مسعود گھبرا کر اس کی طرف بھاگنے لگا۔اس کا ساتھی مسلسل اسی رفتار سے چل رہا تھا۔سخت زمین پر کٹی ہوئی فصل کے نوکیلے خشک ڈنٹھلوں سے اس کے گھسے پٹے بوٹ اور بھی چھد گئے تھے۔دور بھاگنے کے بعد اس کے بوٹ کا تلوا بالکل جواب دے گیا۔اس نے رک رک کر جلدی جلدی بوٹ اتارے اور پھر بھاگنے لگا۔خشک زمین سے اگے ہوئے کانٹوں کی نوکوں پر اندھادھند۔اس کے ذہن میں صرف وہ سایہ تھا۔جس تک اسے پہنچنا تھا۔ورنہ وہ اجنبی کھیتوں میں بھٹک بھٹک کر مر جاتا کیونکہ وہ ان دانوں سے اپنی جیبیں بھر کے نہیں آیا تھا جنہیں وہ راستے پر بکھیرتا جاتا کہ واپسی پر اگی ہوئی فصل کے وسیلے سے راستہ ڈھونڈنے میں دقت نہ ہوتی۔

مسعود نے اس کے پاس پہنچ کر ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"تم مجھے پیچھے کیوں چھوڑ آئے تھے؟"

اب دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔اس کا ساتھی خاموش تھا اور اس کی رفتار میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

"بتاؤ نا۔"

"میں نے تمہیں نہیں چھوڑا۔تم خود ہی پیچھے رہ گئے تھے۔"

"مختلف قسم کے خیالات رفتار کو مدھم کر دیتے ہیں۔اگر تمہارے ذہن میں صرف اپنی منزل کا خیال ہوتا تو تم پیچھے نہ رہ جاتے۔"

"میں اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔"

"غلط۔اگر تم صرف وہاں تک پہنچنے کے بارے میں سوچ رہے ہوتے تو تمہاری رفتار بھی مجھ اتنی ہوتی۔"

مسعود کچھ حیران ہوا کہ اسے کیسے پتا چلا کہ وہ کچھ اور بھی سوچتا رہا ہے۔پھر اس نے سوچا کہ اس نے یہ نتیجہ منطقی طور پر اخذ کیا ہے اور وہ ایک قدم پیچھے رہ گیا۔اس نے اپنے ساتھی سے ٹھہرنے کے لئے کہا' وہ بغیر رکے بولا۔

"چلے آؤ چلے آؤ۔تمہیں بہت جلدی تھی۔اس راستے پر ستایا نہیں جاتا۔ممکن ہے کوئی آ لے۔"

"اس بیابان میں کون آئے گا۔رک جاؤ۔میرے پیروں میں شدید درد ہو رہا ہے۔"

مسعود کی آواز میں التجا تھی۔اس کا ساتھی ہنسا'

"تم میں خواہش ہے' جرات ہے لیکن توجہ اور قوت برداشت نہیں ہے۔اگر مجھے علم ہوتا تو میں تمہارے ساتھ کبھی نہ آتا۔پہلے تم

www.kitaabpoint.blogspot.com

مصائب جھیلنا سیکھتے پھر اس راستے پر لاتا۔ جانتے ہو؟ جب کوئی سمگلنگ کرتے ہوئے پکڑا جاتا ہے تو اس کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے؟ اس کو بڑی بڑی اذیتیں دی جاتی ہیں تا کہ اس سے کچھ اور بھی بکوایا جا سکے۔ اگر وہ سختی نہ جھیل سکے اور سب کچھ بک دے تو پھر اذیتیں دیتے ہیں۔ سمگلنگ کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں تم تو اس راستے ہی سے گھبرا گئے ہو۔ اگر پکڑے جاؤ تو؟"

"تو میں انہیں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ مگر خدا کے لئے ایک پل رک جاؤ۔ مجھ سے چلا نہیں جاتا۔"

مسعود وہیں زمین پر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھی کو رکھنا پڑا۔ اپنے پیر دباتے ہوئے مسعود کو اپنے پیاروں سے بہتا ہوا خون محسوس ہوا۔

"میرے پیروں سے خون' خون بہہ رہا ہے۔"

"اسے دل سے بہنا چاہئے تھا۔ پھر یہ سونا ہوتا۔ سونا۔"

"بعض وقت تم بڑی عجیب باتیں کرتے ہو۔"

"جب تم میری طرح سونا پالو گے تو تم بھی ایسی باتیں کرنے لگو گے۔ بے معنی سی۔" وہ ہنسا۔ اب چلو۔ کافی ستالیا ہے۔ اگر صبح ہو گئی تو کبھی سرحد نہ پار کر سکیں گے۔ پھر تم......"

"کتنی دور ہے سرحد؟"

مسعود نے تھکی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"وہ جو سامنے سفید لکیر ہے۔ افق سے ذرا نیچے..... وہ۔"

"کیا وہ ہے؟"

"دریا ہے۔"

چاندنی کی روشنی میں دریا چمک رہا تھا۔

مسعود گھٹنے سے دوسرا پیر زمین پر اتار کے اٹھ کھڑا ہوا اور بغیر کچھ کہے لنگڑاتا ہوا چلنے لگا۔ اس کا ساتھی بھی خاموشی سے چل پڑا'

اب مسعود اپنے پیروں کے درد سے بے نیاز اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا' اسی رفتار سے مسلسل۔

اگر صبح ہو گئی تو کیا ہو گا؟ پھر میں کبھی سونا نہیں لا سکوں گا۔ پھر یہ شخص مجھے کبھی نہیں ملے گا اور میں ماموں کے پاس اپنی گروی زندگی کو کبھی نہیں چھڑا سکوں گا۔ مجھے صبح ہونے سے پہلے ہی سرحد پار کر لینی چاہئے ابھی تھوڑی دیر میں صبح ہو جائے گی اور دریا ابھی دور ہے اور نک شاپ میں موم بتی ابھی جل رہی ہو گی۔ مجھے اس موم بتی کو بجھانا ہے۔ اس موم بتی کے سونے سے اس لڑکی کو لاکٹ بھی تو پہنانا ہے۔ بھاگو بھاگو مسعود بھاگو۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

اس نے مڑ کر ساتھی کو دیکھا کہ اس سے جلدی چلنے کے لئے کہے مگر اس کا ساتھی پھر غائب تھا۔اس نے روہانسا ہو کر چیخ کر کہا۔

"کہاں چلے جاتے ہو تم؟"

بھاگو جلدی کرو مسعود اسے دفع کرو۔سامنے دریا ہے اور اب صبح ہونے والی ہے۔اگر رکو گے تو لمحے ایک ایک کر کے پھسلتے ہی جائیں گے' بہر حال اگر دریا پار کر لیا تو اس کے بعد تمہیں کوئی نہ کوئی مل ہی جائے گا۔دنیا میں صرف ایک وہی تو نہیں۔ بھاگو مسعود۔ ساری دنیا تمہارے ہاتھ کے ایک لمس کی منتظر ہے۔ذرہ ذرہ سونا بننے کے لئے بے قرار ہے۔جلدی کرو جلدی ورنہ یہ سب کچھ ایک بھیانک خواب کی طرح تمہارے ذہن پر نقش ہو جائے گا۔لیکن' لیکن میں اس کے بغیر دریا تک کیسے پہنچوں گا۔ مجھے تو آگے کچھ نظر نہیں آ رہا۔صرف وہ پانی کی لکیر ہے۔اس تک کون سا راستہ جاتا ہے۔ ہر راستہ مجھے دریا کے متوازی کیوں نظر آتا ہے؟

وہ پاگلوں کی طرح گھومنے لگا۔اس کی کنپٹیاں بے طرح بجنے لگیں۔اس کا رواں رواں کانپنے لگا۔سارے مساموں سے پسینہ ابلنے لگا۔اس کے لہولہان پیروں میں درد پھر سے لوٹ آیا تھا۔پیر سوجنے کے باعث اس کے قدم اتنے بوجھل ہو گئے تھے کہ اٹھائے نہیں اٹھتے تھے۔وہ لمحہ بھر کے لئے رکا۔

"کہاں ہو تم؟"

اس کی چیخ سے فضا گونج اٹھی۔دور سے ہلکے سے قہقہے کی آواز آئی' اس نے غور سے قہقہے کی سمت میں دیکھا۔اس کا ساتھی تھا۔

گھبراہٹ میں ہر وہ چیز نظر نہیں آتی جس کی تلاش ہوتی ہے۔

مسعود نے اطمینان کا سانس لیا۔

یہ مجھ سے آگے کیوں نکل جاتا ہے۔تم سوچتے ہو اور سوچنے سے طبعی رفتار کم ہو جاتی ہے۔ذہن میں صرف منزل کا دھیان ہونا چاہئے اگر تم اسی طرح کچھ اور سوچتے رہے تو تم وہاں تک کبھی نہیں پہنچ سکو گے۔ پھر صبح ہو جائے گی اور......

وہ پھر اٹھ کر اپنے ساتھی کے سائے کی طرف بھاگنے لگا۔اس کے پیر سن ہو گئے تھے۔اس کے پیر جیسے ٹخنوں کے ساتھ نہیں تھے۔ زمین کو پیروں سے چھونے کا احساس بھی پیروں سے بہتے خون کے ساتھ ہی بہہ گیا تھا۔ جوں جوں وہ سائے کی طرف بڑھتا جاتا تھا' سایہ اس سے دور ہوتا جاتا تھا۔

میرے ذہن میں صرف میرے مقصد کا دھیان ہونا چاہئے۔اگر میں نے کچھ اور سوچا تو..... بھاگو مسعود تمہیں صبح سے پہلے وہاں پہنچنا ہے۔

وہ سامنے دریا ہے۔وہ سامنے' وہ سامنے..... سایہ ہے! سونا ہے۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

اس کا ساتھی دریا کے کنارے اس کا منتظر تھا۔ مسعود نے بڑے غصے میں اس سے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا مگر اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے منع کر دیا۔ مسعود کی نظریں اس کی نظروں کو کھینچ کر اپنے پیروں پر لے آئیں۔ پیر سوج کر اپنی اصل سے دوگنا ہو گئے تھے اور ان پر خون کی تہہ جمی تھی۔ اس کے ساتھی نے مسکرا کے اس کے کندھے کو تھپکاتے ہوئے سرگوشی کی۔

''شاباش! کوئی بات نہیں۔ راستوں پر یوں ہو جایا کرتا ہے۔ اب تو ہم پہنچ گئے ہیں۔''

مسعود نے تھکی سے زندگی حاصل کر کے دریا کے کنارے کو بہت غور سے دیکھا۔

''دور دور تک کوئی کشتی نظر نہیں آتی ہم اسے کس طرح پار کریں گے۔''

''دیکھتے رہو۔''

اس کے ساتھی نے اپنی چادر کو دوبارہ لپیٹتے ہوئے کہا۔

''عصا نکالو گے''

''میں موسیٰ نہیں ہوں۔''

''تو پھر؟''

''غور سے سنو۔ میں دریا میں پہلے قدم رکھوں گا۔ تم میرے پیچھے پیچھے آتے جانا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ دریا کہاں سے گہرا ہے اور کہاں سے نہیں۔ اور ہاں! دریا میں پیر رکھنے کے بعد تم سوچنا بالکل بند کر دو گے۔ ورنہ تمہارا پیر کہیں ادھر ادھر پڑ گیا تو ڈوب جاؤ گے۔''

''تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ ذہن کبھی سوچ سے خالی بھی رہ سکتا ہے؟''

''دریا پار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سوچ ختم ہو جائے۔'' پھر اس نے کچھ سوچ کر کہا ''اچھا یوں کرو میرا ہاتھ پکڑ لو۔''

مسعود نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ہاتھ پہلے سے بھی سرد تھا۔ بالکل برف' مسعود نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا اور اس نے جواب میں کہا۔

''کیا سردی کم ہے؟''

اس کے ہاتھ کی سردی مسعود کے ہاتھوں کی رگوں میں اترنے لگی۔ اس کا ساتھی دریا میں پیر رکھ چکا تھا۔

''آؤ۔'' مسعود نے بھی پیر دریا میں ڈال دیا۔ اس کی رگوں میں اترتی ہوئی برف اس کے دماغ تک پہنچ گئی۔ اس کا دماغ بالکل سن ہو گیا اور وہ اتنا ہلکا پھلکا ہو گیا جیسے اس کا کوئی بوجھ ہی نہیں تھا۔ اس کے قدم دھند میں پڑ رہے تھے۔ وہ بادلوں میں بادل بن گیا اور

www.kitaabpoint.blogspot.com

ہواؤں میں ہوا۔ اس کا ذہن ذہن نہیں رہا تھا ورنہ ضرور کچھ سوچتا۔ وہ کچھ نہیں تھا لیکن پھر بھی وہ تھا۔ مگر کیا تھا؟ اندھیروں میں اندھیرا' روشنیوں میں روشنی یا خلاؤں میں خلا یا خلاؤں میں وجود یا پھر۔

میں کون ہوں؟ میں کیا ہوں؟

''مجھے کیا ہو گیا ہے؟''

اس نے اپنے ساتھی کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے پوچھا اور اس کا پیر دریا میں شاید کسی گڑھے میں پڑتا پڑتا بچا اس کے ساتھی نے اس کا بازو فوراً پکڑ کر اسے کھینچ لیا اور وہ دوسرے کنارے پر تھے۔

''ابھی گرنے لگے تھے۔ دیکھا لیا پھر سوچ کا نتیجہ! شکر کرو میں کنارے پر تھا ورنہ سمگلنگ وغیرہ سب رہ جاتی۔''

مسعود نے مڑ کر دیکھا' دریا اسی طرح بہہ رہا تھا۔ اسے جھرجھری آ گئی۔ اس نے سامنے دیکھا' افق پر کرنیں سی پھوٹ رہی تھیں اس نے گھبرا کر ساتھی سے کہا: ''سورج نکل رہا ہے۔ اب؟ کیا ہوگا؟''

اس کے ساتھی نے روشنی کی طرف دیکھا' مسکرایا'

''نہیں۔ یہ سورج نہیں ہے۔''

''تو پھر کیا ہے؟''

''روشنی ہے۔''

''وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ لیکن کس چیز کی روشنی ہے؟''

''تم سونا لینے آئے ہو۔ اپنے کام سے غرض رکھو۔''

اس کے ساتھی نے پہلے مرتبہ اسے ڈانٹا۔ مسعود نے اس سلسلے میں کچھ اور کہنا چاہا لیکن چپ ہو گیا کہ کہیں یہ ناراض ہو گیا تو کیا ہوگا۔

''اب ہمیں کتنی دور جانا ہے؟''

''نزدیک ہی ہے۔ آؤ۔'' وہ دونوں اب لہلہاتے کھیتوں سے گزر رہے تھے۔ مسعود بار بار مڑ کے اس روشنی کو دیکھتا جاتا تھا جو سورج کی نہیں تھی۔

یہ کس چیز کی روشنی ہے؟ ایسی روشنی میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ چاند' سورج' آگ' بجلی' ان سب کی روشنیوں کا مجموعہ' پھر بھی ان سے الگ تھلگ۔ یہ روشنی کہاں پر ہے؟ اس کا منبع کیا ہے؟

www.kitaabpoint.blogspot.com

اس کے ساتھی نے اس کا کندھا ہلایا۔ اس نے رشنی سے نظریں ہٹا کر ارد گرد دیکھا۔ وہ ایک کمرے میں کھڑا تھا۔

''اٹھا لو۔ جتنا سونا اٹھا سکتے ہو۔''

''سونا! کہاں ہے؟''

''تمہارے سامنے سونا ہی سونا ہے۔ لاتعداد سونے کی اینٹیں پڑی ہیں۔''

''مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا۔ میری آنکھوں میں وہ روشنی ہے۔''

مسعود نے کھلے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

''تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کر لو۔''

''میں آنکھ نہیں جھپک سکتا۔''

''یہ تو سانپ کی خاصیت ہوتی ہے۔''

''میں سانپ نہیں ہوں' مجھے اتنا بتا دو یہ روشنی کس چیز کی ہے؟''

اس نے پھر دروازے سے باہر روشنی کو دیکھا۔ اس کے ساتھی نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا' اس مسعود کے آگے پیچھے' دائیں بائیں سونے کی اینٹیں ہی اینٹیں تھیں۔

''اب تو تمہیں سونا نظر آ رہا ہے نا۔''

''اب جبکہ میں یہاں تک پہنچ گیا ہوں۔ مجھے یہ روشنی بھی دیکھنے دو۔''

''تم سونا اٹھاؤ اور چلو۔''

''میں نہیں جاؤں گا۔ مجھے رہ رہ کر اس روشنی کا خیال آتا رہے گا۔ دیکھو یہاں تک پہنچتے پہنچتے لہولہان ہو گیا ہوں۔ مجھے اتنا ہی بتا دو یہ روشنی کس چیز کی ہے۔'' مسعود نے بہت التجا بھرے لہجے میں کہا۔ اس کا ساتھی کچھ توقف کے بعد بولا'

''یہ تم خود پہچانو۔''

''سونا؟ سونا! اتنا عجیب۔''

''ہاں۔ سونا ہی کہہ لو۔''

''کس قسم کا سونا ہے جس کی روشنی ایسی ہے!''

www.kitaabpoint.blogspot.com

''جس نے بھی یہ سونا دیکھا ہے آج تک بیان نہیں کر سکا۔''

''کیوں؟''

''کیوں کہ ......اسے کسی طور سے بیان نہیں کیا جا سکتا' کوئی تشبیہ' کوئی تمثال اونہوں۔ مختلف لوگوں نے اس کی مختلف شکلیں بنائی ہیں' لیکن اصل......''

''تو وہ تھوڑا سا یہ سونا ہی لے آتے۔ اس سونے کا ایک تولہ اس سونے کے ایک ٹن کے برابر ہوگا اور عجیب اتنا کہ کوئی بیان نہ کر سکے۔''

''ہوں۔ لیکن اسے لانے کے لئے بڑی کڑی شرطیں ہیں۔ تم چھوڑو اسے ان میں سے جتنی اینٹیں اٹھا سکتے ہو' اٹھا لو۔''

''مجھے وہاں لے چلو ورنہ میں واپس نہیں جاؤں گا۔''

''مجھے پہلے ہی پتا تھا کہ تم ضد کرو گے۔ اس راستے سے جو بھی آتا ہے' اسی سونے کی خواہش کرتا ہے۔ تمہیں دوسرے راستے سے لاتا تو بہتر ہوتا۔''

پھر اس نے مسعود کو سمجھایا'

''دیکھو تمہیں جو کچھ چاہئے یہیں سے لے جاؤ۔''

ایک ہی بار میں یہ سونا اتنا نہیں لے جایا جا سکتا۔ یہاں چند بار اور آنا پڑے گا' اور اس سونے کا تو ایک ہی تولہ کافی ہوگا۔ اگر شرطیں کڑی ہیں تو کیا ہوگا کوئی چیز ایسی نہیں جسے انسان نہ کر سکے۔ جن کا ذکر یہ کر رہا ہے آخر وہ لوگ بھی تو وہاں تک پہنچے ہی ہوں گے۔ میں یہاں تک آ گیا ہوں تو وہاں تک کیوں نہیں جا سکتا۔

اس کے ساتھی نے دونوں ہاتھوں میں سونے کی اینٹیں اٹھا کر اس کی طرف بڑھائیں۔

''یہ لو۔''

''یہ تو مٹی ہے۔ اسے جب تک یہاں سے خود نہ اٹھاؤں گا یہ سونا نہیں بنے گی۔ لیکن میں اسے چھوؤں گا بھی نہیں' مجھے وہاں لے جاؤ۔''

اس نے بند دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پھر منت سماجت کی'

''میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔''

''بڑے ضدی ہو۔''

اس نے اینٹیں واپس انبار پر پھینک دیں۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

''یہ ضد نہیں۔لگن ہے۔''

اس نے سامنے والی' دوسری دیوار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

''اب تم نے اس لگن کی خاطر اپنے آپ کو اتنا زخمی کیا ہی ہے تو چلو' تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کوئی ملا تھا۔لیکن تم اس کے علاوہ کچھ نہیں سوچو گے کہ تمہیں اس سونے تک پہنچنا ہے۔ورنہ میں پھر آگے نکل جاؤں گا اور اب تم میں اتنی سکت نہیں ہو گی کہ بھاگ کر مجھ تک آسکو۔''

مسعود نے بے صبری سے کہا۔

''تم فکر نہ کرو۔''

''اور ہاں۔راستے میں اتنی بڑی مصیبتیں آئیں گی کہ تم..... لیکن نہیں' اب مجھے تمہاری قوت برداشت پر اعتماد ہو گیا ہے..... آؤ۔''

اس کے ساتھی نے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

دروازے کے سامنے تھوڑا دور ہٹ کر مرمر کی پہاڑی تھی۔پہاڑی کی شکل مرمر کی بہت بڑی سل ایسی تھی۔اس نے پہاڑی کے ایک حصے کے ساتھ پڑی ہوئی مرمر کی سل اٹھائی۔سامنے ایک بہت بڑے غار کا منہ تھا۔مسعود نے بے اختیار اس سے پوچھا'

''اس سل کی شکل سینے ایسی کیوں ہے؟''

''دیکھا۔میں نہ کہتا تھا۔اب تم نے مجھ سے ایسے سوال پوچھنے شروع کر دیے ہیں۔غار کے اندر جانے سے پہلے ایک وعدہ کرو کہ تم اب مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گے۔ورنہ میں تمہارا ساتھ چھوڑ دوں گا۔''

''اچھا۔''

اور مسعود کے ذہن میں فوراً ایک اور سوال آیا کہ اس سینے پر غار کا منہ ایسا کیوں ہے جیسے کسی بہت بڑی گولی نے چھید دیا ہو۔لیکن اس نے اس سوال کو دماغ ہی میں دبا دیا۔

غار کے اندر اس کے پیچھے داخل ہوتے ہی اس کا پاؤں پھسل گیا اور وہ تاریکی میں گرتا ہی چلا گیا۔کافی دیر بعد جب اس کے پیر زمین پر لگے تو اندھیرا غار روشن ہو گیا اور اس نے اپنے آپ کو ایک بہت بڑے صحرا میں پایا۔صحرا کی روشنی عین سامنے سے آرہی تھی اور اس سونے کی روشنی سے ملتی جلتی تھی۔فرق صرف اتنا تھا کہ اب تیزی اور چمک بہت زیادہ تھی۔اس کا ساتھی اس روشنی کی سمت میں اس کے آگے چل رہا تھا۔وہ صحرا میں کتنا ہی عرصہ چلتے رہے' جیسے ازل سے۔مسعود کے پہلے ہی زخمی پیروں میں پڑے ہوئے چھوٹے چھوٹے آبلے مل کر اتنے بڑے ہو گئے کہ پیر اب بہت بڑا آبلہ بن گئے تھے۔پھر بھی اس کے پیچھے چلتا جا رہا تھا اس نے اسے رکنے کے لئے ایک دو آوازیں بھی دی تھیں لیکن اس نے جیسے سنا ہی نہ تھا۔پیاس سے اس کے حلق میں پڑتے ہوئے کانٹوں میں اضافہ ہی

www.kitaabpoint.blogspot.com

ہوتا جا رہا تھا۔ دور دراز تک پانی کا نشان نہیں تھا۔ اس نے ایک آبلے پر چلتے چلتے دوسرے کو نوچ کر آبلے کا پانی پینا چاہا لیکن پانی ہاتھ سے بہہ کر ریت میں جذب ہو گیا۔ اسے ریت میں چمکیلے ذرے نظر آئے۔ سونا! اس نے چمکتی آنکھوں سے روشنی کی طرف دیکھا۔ منزل دور نہیں تھی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد اس کو پیاس نے پھر تنگ کیا تو اس نے دوسرے پیر کو بھی نوچ دیا۔ پانی پھر ریت میں جذب ہو گیا۔ اور سونا.....؟ اس نے نظریں اٹھائیں۔ روشنی کے عین نیچے چمکتا ہوا پانی نظر آ رہا تھا۔ وہ پپڑی جمے ہونٹوں پر پیڑی زبان پھیرتا ہوا بڑی تیزی سے پانی کی طرف بھاگنے لگا۔ وہ یہ بھی بھول گیا کہ اس کے دونوں پیر پھوٹ بہے ہیں۔ وہ تیزی سے اپنے ساتھی کے قریب سے گزر گیا۔ جوں جوں وہ پانی کی طرف بڑھتا جاتا تھا' پانی کی لکیر سٹ کر اکٹھی ہوتی جاتی تھی۔ جب وہ وہاں تک پہنچا تو وہاں پانی تھا نہ پانی کا نشان اور وہ خود چمکیلی پہاڑوں میں گھرا کھڑا تھا۔ ان پہاڑیوں میں ان گنت غار سے' ایسے ہی جیسے بڑی بڑی گولیوں کی بوچھاڑ سے چھید پڑ گئے ہوں' اور ہر غار سے اسی سونے کی روشنی پھوٹ رہی تھی اور تیز اور چمکیلی۔ وہ ایک غار کے سامنے بیٹھ کر ستانے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا ساتھی بھی پہنچ گیا۔

''تم نے بہت جلدی کی۔''

''مجھے پیاس لگی ہے۔''

''پیاس کو مارو۔''

''مجھے بھوک لگی ہے۔''

''اسے بھی مارو۔ اٹھو۔ ہمیں سونے تک پہنچنا ہے۔''

مسعود نے بڑی مشکل سے اٹھتے ہوئے نگاہوں سے پوچھا۔ کس غار میں؟

''سبھی سونے تک جاتی ہیں' کسی ایک میں چلو۔''

وہ دونوں قریبی غار میں داخل ہو گئے۔ اندر بے حد روشنی تھی۔ مسعود کی آنکھیں چندیا گئیں۔ جب اس نے پوری توجہ سے غور کیا تو اس نے دیکھا کہ یہ روشنی بڑ کے پتوں سے آ رہی۔ صرف گیارہ پتوں سے۔ باقی تمام پتے سبز تھے۔ یہ روشنی اس قسم کی تھی جو اس نے دریا پار کرنے کے وقت سے لے کر صحرا پار کرتے تک دیکھی تھی۔ لیکن اب یہ بہت تیز تھی' بہت ہی تیز۔

سارے پتے سونے کے کیوں نہیں ہیں صرف گیارہ پتوں سے روشنی آ رہی ہے؟ اور درخت کا تنا تو عام درختوں جیسا ہی ہے۔

سوچتے ہوئے جب اس کی آنکھیں اس کی روشنی سے کچھ کچھ مانوس ہو گئیں تو اس نے محسوس کیا کہ اس درخت کے نیچے کوئی بیٹھا ہے اور اس کا جسم بالکل ڈھانچہ سا ہے۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

”یہ کون ہے“

”تم نے پھر سوال کیا۔“

”صرف اس کا جواب دے دو۔ اگر کوئی اور سوال کیا تو بے شک میرا ساتھ چھوڑ دینا۔“

”اب تمہارا ساتھ تو میں کیا ہی چھوڑوں گا۔“

”تو؟ کون ہے یہ؟“

”سمگلر ہی ہے۔“

”سمگلر؟“

”جیسے میں اور تم۔“

”میں میں ہوں اور تم تم ہو یہ کون ہے۔“

”یہ ہم دونوں ہیں۔“

”ہم دونوں کا نام۔“

”سمگلر۔“

مسعود نے اس پنجر پر غور کیا تو درخت کے نیچے وہ خود اپنے سامنے بیٹھا تھا۔

”چلو۔“

اس کے ساتھی نے کہا۔

”میرے پیر نہیں ہیں مجھ سے اٹھا نہیں جاتا۔“

”تمہیں اٹھنا پڑے گا۔“

”میرے جسم میں جان نہیں ہے۔ مجھ سے ہلا نہیں جاتا۔“

”تمہیں چلنا پڑے گا۔“

”لیکن ہم سونے تک کب پہنچیں گے۔ مجھے سونا چاہیے۔ سونا کہاں ہے؟“

”بس ذرا آگے۔“

www.kitaabpoint.blogspot.com

مسعود گھٹنوں کے بل چلنے لگا۔

''یہ اور اسی قسم کے دوسرے غاروں میں سب لوگ سونا لینے آئے تھے لیکن.....''

مسعود کی زبان دانتوں میں آ گئی۔ اس کے کان بند ہو گئے۔ اس کی آنکھوں میں بہت بڑی قندیل تھی۔ اس قندیل میں وہ سونا تھا اور اس سونے سے لاتعداد رنگوں کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ ہر شعاع کے ان گنت رنگ تھے اور پھر ان لاتعداد رنگوں کے ان گنت رنگ' ان رنگوں کا ایک ایک قطرہ چاند' سورج' آگ اور بجلی کے حلق میں ٹپک رہا تھا۔

کوئی تو ستر ہزار سال کے بعد پہنچتا ہے اور کوئی پلک جھپکی میں۔

مسعود نے سوچا اور ہاتھ بڑھا کر بڑی بے صبری سے سونے کی طرف بڑھا۔ اس کے ساتھی نے اسے کندھے سے تھام لیا۔ مسعود نے پلٹ کر اس سے پوچھا'

''کیوں؟''

میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اس کو سمگل کرنے کے لئے بڑی شرطیں ہیں۔''

''کیا ہیں؟ میں انہیں پورا کروں گا۔''

''تمہیں اپنی زبان اور دونوں ہاتھ کٹوانے پڑیں گے۔''

''لیکن بڑ کے پتے سونے کے ہیں اور اس کے نیچے.....''

''وہ سونا نہیں چمک ہے۔ وہ اور دوسرے غاروں کے سب ہی باسی اس شرط کو سن کر صرف چمک لے کر لوٹ گئے تھے۔ اور یہ سونا ہے۔''

''لیکن یہ شرط کیوں ہے؟''

''زبان کا کام ہے بولنا اور ہاتھوں کا کام ہے لینا دینا۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ سونا کسی کو دوں گا نہ اس کے بارے میں بتاؤں گا.....''

''تو پھر اس کو لے جانے کا فائدہ ہی کیا ہے۔ میں تم کو اسی لئے یہاں لانا نہیں چاہتا تھا کہ تم سونا تو لے جا نہیں سکتے اور اس کے بارے میں لوگوں کو سچ بیان کر نہیں سکتے۔ زبان تو بولے گی ہی۔''

مسعود کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کوئی اتنی مصیبتیں جھیل کر یہاں پہنچنے کے بعد کس طرح خالی ہاتھ لوٹ سکتا ہے۔

''تو پھر؟''

www.kitaabpoint.blogspot.com

"تم ذرا آرام کرلو پھر واپس چلتے ہیں۔"

مسعود نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اگر میں سونا لے کر بھاگ جاؤں....."

اس کا ساتھی ہنسا۔

"تو سرحد پار مارے جاؤ گے۔"

اس نے سینے سے چادر ہٹائی' اس پر گولیوں کے نشان تھے۔

سمگلنگ میں ہر طرح کے خطرات پیش آتے ہیں اور اگر اس کو گولیاں لگ گئی ہیں تو ضروری نہیں کہ میں بھی نشانہ بنوں۔ اس سے ضرور کوئی غلطی ہوگئی ہوگی اور پھر خطرے کے بغیر زندگی کا مزہ ہی کیا ہے۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں۔"

"ستالو۔ تمہاری جان پہلے ہی آدھی رہ گئی ہے۔"

مسعود وہیں لیٹ گیا اور آنکھیں موند کر سونا اڑانے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اسے خراٹوں کی آواز آئی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا' اس کا ساتھی بے خبر سو رہا تھا۔

اب موقع ہے اٹھ قندیل سے جتنا سونا نکال سکتے ہو نکال کر بھاگ جاؤ۔

لیکن راستہ؟ اس سونے کی روشنی میں ڈھونڈنا نہیں پڑے گا۔ میں اس کو ایسا غچہ دوں گا کہ ساری عمر یاد رکھے گا۔

اس نے اپنا سانس بھی روک لیا۔ اور اپنے ساتھی پر نظریں جما کر اٹھ کھڑا ہوا۔

قندیل کا دروازہ کھولتے ہی اس کے اردگرد بڑی گہری دھند چھا گئی جس میں شعائیں معلق ہوگئیں۔ اس کے کانپتے ہاتھوں میں جتنی ڈالیاں آئیں' لے کر بھاگنے لگا۔ زمین بڑے زور زور سے ہلنے لگی اور چاروں طرف آوازوں کا شور اٹھا۔ پکڑو..... دوڑو..... جانے نہ پائے..... چور..... چور..... اس نے مٹھیوں میں سونا اور بھی دبا لیا اور اندھادھند بھاگنے لگا۔ بھاگو..... دوڑو..... چور..... چور۔ وہ بھاگتا ہی جا رہا تھا۔ وہ خوفناک آوازیں اس کا پیچھا کر رہی تھیں۔

اس نے سونے کی روشنی میں راستہ پلک جھپکنے میں طے کر لیا۔ سامنے دریا تھا۔ دو قدم کے فاصلے پر آوازیں اور بھی قریب ہوگئی

www.kitaabpoint.blogspot.com

تھیں جیسے اس کے بالکل ساتھ۔

آنکھیں بند کر کے دریا میں چھلانگ لگاتے ہی جانے کہاں سے گولیوں کی بوچھاڑ آ ئیں۔ اس کا سینہ چھلنی چھلنی ہو گیا۔ وہ خوفناک آوازیں قہقہوں میں ڈھل گئیں۔ اس کے ہاتھوں سے سونا گر گیا اور وہ خالی ہاتھوں سے سینے کو سہلاتا ہوا دریا کی تہہ میں اترتا ہی چلا گیا۔ سسکتا ہوا۔

اس کی سسکیاں سن کر روشن جو بوریا نچوڑنے کے لئے باہر جا رہا تھا اور جس کا ایک پیر دہلیز سے اندر تھا اور دوسرا باہر جاتے جاتے پلٹ آیا۔

''کیا ہوا ڈاکٹر صاحب! ابھی تو آپ ٹھیک تھے اور اب.....''

''کچھ نہیں۔ کچھ نہیں روشن۔''

اس کے ہاتھ اپنے سینے کے بجائے سامنے پڑی ہوئی لاش کے سینے کو سہلا رہے تھے۔

◆◆◆

www.kitaabpoint.blogspot.com

آنکھ اور سایہ

آنکھ اور سایہ

کوٹھڑی: 1/2 10x8 فٹ

آہنی دروازہ: 3x5 فٹ

آہنی دروازے کے بالکل سامنے کھڑکی: 2x2 فٹ

کھڑکی کی سلاخیں، قطر: 2 انچ

سلاخوں سے باہر تاریکی آزاد، سلاخوں کے اندر تاریکی قید۔ ابھی تھوڑی دیر میں جب پرندے آسمان پر اندھیرے کا تعاقب کریں گے تو کچھ لوگ آئیں گے اور اسے اس کمرے کی تاریکی سے آزاد کریں گے۔

وہ گھاس پھونس پر بچھی دری کے اوپر دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس کے کان اور آنکھیں آہنی دروازے پر لگی تھیں۔ لیکن تالے میں ابھی زبان نہیں پڑی تھی۔ اور دروازے کے درمیان گول سوراخ میں کوئی آنکھ نہیں تھی۔

یہ لوگ آئے کیوں نہیں؟ میں گزشتہ دو مہینوں سے ان کا منتظر ہوں۔

وہ دری پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ دری والا بستر برف کی سل تھا، کسی بھی سلوٹ کے بغیر۔

تو آج رات میں بالکل نہیں سویا۔ مجھے تو نیند آ رہی تھی لیکن میں سونا بھول گیا شاید۔ بستر پر کمبل بھی لپیٹا پڑا ہے۔ سردیاں ہوں گی شاید۔ مجھے ٹھنڈ تو بالکل نہیں لگ رہی۔ شاید اس بار سردی جلد ختم ہو گئی ہے اور داروغے کو کمبل اٹھوانا یاد نہیں رہا۔ کیا داروغے کو بھی بعض باتیں بھول جاتی ہیں؟

وہ مسکرایا۔ لیکن اس کے ہونٹ فوراً ہی سکڑ گئے۔ اس کی نگاہوں نے کوٹھڑی کی مٹی کی دیواروں کو فرش کو خواہ مخواہ کھوجنا شروع کر دیا۔

یہ ممکن ہے کہ وہ مجھے یہاں سے نکالنا بھی بھول گیا ہو۔ نہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ جب وہ آئیں گے تو میں مسکرانے لگوں گا اور بڑے سکون سے ان کے ساتھ جاؤں گا۔ کیونکہ آج تک جتنے بھی لوگ میری طرح اس کوٹھڑی میں آ کر نکلے ہیں۔ ہمیشہ بڑے سکون

www.kitaabpoint.blogspot.com

سے مسکراتے ہوئے نکلے ہیں۔

اس نے آنکھیں موند کر انگڑائی لی اور اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

میں اتنا تھکا ہوا کیوں ہوں؟ اوہ۔ میں ساری رات یہاں گھومتا رہا ہوں۔

مجھے سونا یاد نہیں رہا ہوگا۔ یا میں سو گیا تھا؟ لیکن کمبل اسی طرح لپیٹا پڑا ہے اور بستر جیسے ابھی ابھی بنایا گیا ہے۔ عجیب سوتے میں جاگنے اور شاید جاگتے میں سونے کی کیفیت ہے۔

اس نے جمائی لی۔ اس کا بدن ٹوٹنے لگا۔ وہ بستر پر بیٹھ گیا۔ بالکل خالی الذہن' پھر چند منٹ بعد لیٹ گیا۔

آجاؤ کم بختو۔ میں بہت تھک گیا ہوں۔

"میرے لعل۔"

اس کی ماں کے پوپلے منہ سے آواز آئی تھی اور وہ اپنے برقعے کا نقاب اٹھا کے اسے بس دیکھنے لگی تھی۔

"باتیں کرو ماں۔ مجھے اس طرح نہ دیکھو۔"

بلکہ فوراً مجھے اپنی گود میں چھپا لو۔ آج پھر میں مسجد سے بھاگ گیا تھا اور ابا نے مجھے مسجد کی دیوار کے ساتھ اخروٹ کھیلتے دیکھ کر بہت پیٹا ہے۔ وہ پھر مجھے پیٹنے آرہا ہے۔ وہ کہتا ہے' آج وہ مجھے بالکل مار دے گا۔

"بڑا آیا مارنے والا۔"

"اس حرامی نے آج پھر سپارے کو ہاتھ نہیں لگایا۔"

"میرا ایک ہی بچہ ہے۔ اسے بھی مار کے دم لوگے؟"

"نکما۔ حرام زادہ۔"

مجھے اپنی گود میں چھپا لو ماں۔ تم چپ کیوں ہو؟ دیکھو میں خود ہی نہا دھو کر آیا ہوں اور تمہیں میرے پیچھے بھاگنا نہیں پڑا۔ میں نے اچھے والے صاف کپڑے پہنے ہیں اور بال بھی بنائے ہیں۔ میری بلائیں لو تا کہ مجھے نظر نہ لگ جائے۔

"باتیں کرو نا ماں۔ ہمارے کرائے دار کا لڑکا ہسپتال میں تھا۔ اب اس کا کیا حال ہے؟"

"میرے ہیرے۔"

ماں اس کے سینے کے ساتھ لگ کر رونے لگی تھی۔ وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا لیکن اس کے آنسو نہیں بہے تھے اور آواز بھی حلق

www.kitaabpoint.blogspot.com

سے کہیں نیچے ہی رہ گئی تھی۔

"میں روئی تو نہیں پتر۔ یونہی دل بھر آیا تھا۔"

"اس میں رونے کی بات ہی کیا ہے۔"

سنا ہے ایسے موقعوں پر تو لوگ خوش ہوا کرتے ہیں۔ اور میں بہت خوش ہوں بہت ہی خوش۔

اس نے چاروں اور دیکھا تھا۔ ماں نے برقعے سے لفافہ نکالا۔

"یہ میں تمہارے لئے مٹھائی لائی ہوں دینے۔ تمہیں برفی پسند تھی نا؟"

دینے نے لفافہ کھولا۔ اس کو متلی ہونے لگی' سر چکرانے لگا۔ پیٹ میں بل پڑنے لگے۔ میرا دل کچھ بھی کھانے کو نہیں چاہتا۔ برفی بھی نہیں۔ مجھے اب بھوک نہیں لگتی۔

تم کتنی اچھی ہو ماں۔"

لاؤ۔ میں تمہیں اپنے ہاتھ سے کھلاؤں۔"

اس کی ماں نے لفافے سے برفی کا ٹکڑا نکال کر اس کے منہ میں ڈالا۔ وہ اپنی ماں کی اس حرکت پر ہنسنا چاہتا تھا۔ بس بس۔ اور نہ دو ماں..... اب مجھ پر گوٹے والا دوپٹہ ڈال کر دا تا صاحب سلام کرانے بھی لے جاؤ گی؟ قربانی کے بکرے کی طرح۔ بس کرو۔ مجھے شدید متلی ہو رہی ہے۔ اب میں قے کر دوں گا۔

اس نے پیٹ پر ہاتھ رکھ لئے۔ ماں نے خالی لفافہ پھینک کر اسے سینے سے بھینچ لیا۔ اتنی زور سے نہیں ماں۔ اس طرح تم مجھے اپنے سینے کے اندر تھوڑی چھپا لو گی۔

ماں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی پھسک پھسک روئے جا رہی تھی۔ اسے نیند آنے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر خود بخود ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

میری پاگل ماں۔ بازار میں بچے کھیلتے کھیلتے بڑے ہو گئے ہیں۔ میرے تینوں دوستوں نے اپنا اپنا کاروبار سنبھال لیا ہے۔ دودھ دہی کی دکان' ریڑھا اور جوئے کی بیٹھک۔ سب اپنے فارغ وقت میں بھنگ پیتے ہیں جوا کھیلتے ہیں۔ شراب سے شغل کرتے ہیں اور شادی شدہ ہوتے ہوئے بھی گانا سننے کے بعد اکثر گھر نہیں آتے' ان ہی کے کوٹھوں پر سوتے ہیں۔ میرے چوبیس گھنٹے فارغ ہیں۔ کبھی کبھی ان اکتائی ہوئی گھڑیوں میں جیرے کا ریڑھا' دریا کا کنارہ اور دوڑ' راوی کے کنارے اکتائی ہوئی گھڑیاں سموں کے

www.kitaabpoint.blogspot.com

نیچے پھر وہی چوبیس کے چوبیس گھنٹے فارغ۔

''تو بھی کوئی کام کیا کر۔'' اس کا باپ گرجا۔'' دینے۔ الو کے پٹھے۔''

''ابا۔ مجھے کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم نے چینی کی بلیک سے جو مکان بنوایا ہے اس کا آدھا حصہ اور نیچے کی دکانوں کا کرایہ ہمارے لیے بہت ہے۔''

''ہاں۔ میں تانگے گھوڑے سے بھی اکتا گیا ہوں۔''

لو ماں پیسے۔ میں تانگہ گھوڑا بیچ آیا ہوں۔''

''بیٹے۔ ابھی گنتی کے چار ہی دن تو ہوئے ہیں۔''

''لاکھ لعنت..... اوئے لعنتی' حرام زادے۔''

وہ باپ کے غصے پر ہنسنے لگا۔

اس کی ہنسی ہونٹوں پر سمٹتے سمٹتے اداس ہو گئی۔ وہ سر نیہوڑائے بیٹھا تھا۔ سامنے کٹہرے والی چارپائی کے اوپر کلمہ اور آیات لکھی چادر تھی اور اس کی ماں رو رو کر ہلکان ہو رہی تھی۔

اب تو خرچ بھی کم ہو گیا ہے۔ اب ہم دو رہ گئے ہیں۔ تم اور میں۔

ماں' دل اتنی ہی نازک شے ہوتی ہے کہ ذرا سی بات پر ٹوٹ جاتا ہے۔ ابا کو یوں نہیں مرنا چاہئے تھا۔ انسان بیماری کے ساتھ لڑ کر مرے تو افسوس کم ہوتا ہے۔

''بیٹا میں بھولاؤں گی۔''

''نہیں ماں۔ ابھی تو میرے کھانے پینے کے دن ہیں۔''

''وے! ان لوفروں کے ساتھ نہ بیٹھا کر۔ دینے۔''

''تو پھر میں کیا کروں؟''

''یہ حرامی تمہیں خراب کریں گے۔''

''ماں یہ مجھے کیا خراب کریں گے!''

''تم چارپائی پر لیٹے کیا سوچتے رہتے ہو۔ یہ صرف کچھ نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ تمہارا دماغ الٹی باتوں میں مصرف رہتا ہے۔''

www.kitaabpoint.blogspot.com

"اوترا...... نکھٹو۔"

اگر میں اتنا ہی نکھٹو ہوں تو...... ماں' تیری باتوں سے میرا دل کیوں نہیں ٹوٹتا؟ میرا دل نازک نہیں کہ میں باپ کی طرح..... لیکن میں بیکار کہاں ہوں ماں۔ بھنگ پینے سے فرصت ہی نہیں ملتی مجھے تو۔ دراصل سب کچھ بکواس ہے۔ زندگی بکواس ہے۔ موت بکواس ہے۔ دراصل دنیا میں جو چیز بیکار ہے اسے زندگی کہنا چاہئے۔ مثلاً رس نچڑی بوٹی کو پھوگ نہیں بلکہ زندگی کہنا چاہئے۔ ماں میں پھوگ ہوں۔ میرا رس کہاں گیا؟ میری موت کہاں گئی؟ میں زندہ ہوں تو بوٹی کہاں ہے۔ میں بھنگی ہوں' تو پھر تو بھنگی ہے۔ ساری دنیا' کیونکہ سب زندہ ہیں۔ تو پھر مر جانا چاہئے؟ اوں ہوں۔ خود ہی پھوگ کی طرح سوکھ کر ہوا میں بکھر جاؤں گا' سب بکھر جائیں گے۔ چھت کی کڑیاں کتنی ہیں؟ ایک' دو...... اوہ' یہ کمرہ ڈول رہا ہے۔ تو بھی ڈول رہی ہے ماں۔ تو نے بھنگ تو نہیں پی لی ماں۔

ہاہاہاہا۔

"وے۔ تیرا ستیا اِی منہ۔"

وہ آنکھیں بند کر کے ماں کے سینے کے ساتھ لگ گیا۔

کسی نے اس کا کندھا ہلایا۔ داروغے نے کہا۔

"کتنے مزے سے سو رہا ہے۔"

اس نے آنکھیں کھول دیں' سرمئی اندھیرے میں سائے تھے۔ انگریز مجسٹریٹ نے انگریزی میں کہا۔

"جانے ان لوگوں کو نیند کس طرح آ جاتی ہے۔"

نیک مقصد کے لئے جان قربان کر دینے میں سکون تو بہت ہوتا ہے۔ خاکروب نے جیسے اپنے آپ سے کہا۔ داروغے نے پھر اس کا کندھا ہلایا۔

"اٹھو بھئی۔"

اس نے اپنی آنکھیں مل کر دیکھا۔ چاروں اس پر جھکے ہوئے تھے۔ جانے کیوں وہ یکا یک ڈر گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ اس نے نیم دراز ہو کر کہنیوں کے سہارے خود کو بستر پر ذرا پیچھے کو گھسیٹا' دروازے کی طرف دیکھا' اس کا جی چاہا کہ اٹھ کر بھاگ جائے۔ لیکن باہر' دروازے کے وسطی گول سوراخ میں آنکھ تھی۔

لیکن میں کیوں بھاگوں؟ اگر بھاگنا ہی تھا تو اتنا سفر طے کر کے یہاں کیوں آیا تھا۔ اور اگر کوشش کروں تو بھی دروازے پر قفل

www.kitaabpoint.blogspot.com

پڑا ہے اور وسطی گول سوراخ میں آنکھ سرخ۔

"خوب نیند آئی؟"

ڈاکٹر نے جیب سے ٹوٹیاں نکال کر گردن میں اٹکائیں اور نبض پر انگلیاں رکھ دیں اس نے جمائی لی اور مسکرایا۔

"جی ہاں۔ خوب مزے سے سویا۔"

ان چاروں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ داروغہ دل ہی دل میں بڑبڑایا۔ اس قسم کے قاتل اس طرح کے کیوں ہوتے ہیں۔

"ڈاکٹر صاحب میں بیمار نہیں ہوں۔"

"نہیں نہیں مسٹر دین محمد۔"

ڈاکٹر کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا کہے۔ اس نے اس کے سینے سے سویٹر اور قمیض ہٹا کر ٹوٹیوں سے دل کی آواز سنی پھر ٹوٹیاں اتار کے جیب میں ڈال لیں۔ داروغے نے سوالیہ نظروں سے ڈاکٹر کو دیکھا۔ ڈاکٹر نے فوراً کہا۔

"ٹھیک ہے۔"

"چلو۔"

اس نے اٹھتے ہوئے اچانک سوال کیا۔

"اگر میں بیمار ہوتا تو؟"

"تو تمہارے صحت مند ہونے تک انتظار کرتے۔ انگریز مجسٹریٹ نے ٹوٹی پھوٹی اردو میں کہا۔

"ہوں۔"

مجھ سے مجھ سے۔ اٹھا نہیں جاتا۔ میں بیمار ہوں۔ بہت ہی بیمار۔ میں بالکل سن ہو گیا ہوں۔ اوہ اور میرا دل۔ آپ لوگ دیکھ نہیں رہے تم تم میری نبض پھر دیکھو ڈاکٹر میرا دل دیکھو شدید درد ہے۔

"اٹھو جلدی کرو وقت ہو رہا ہے۔"

داروغے نے اپنی جیبی گھڑی نکال کر دیکھی۔ اس نے داروغے کے ہاتھ کی طرف دیکھا جس میں گھڑی تھی پھر باری باری سب کو دیکھا۔ واپس داروغے کے ہاتھ پر آ کر اس کی نظریں داروغے کی گھڑی کے ساتھ ساتھ چلنے لگیں۔ ٹک ٹک ٹک۔ اس کے سینے کے

www.kitaabpoint.blogspot.com

اندر بھی یہی ٹک ٹک جیسے یہ آواز گھڑی سے نکل کر اس کی طرف بڑھنے لگی تھی اور دل گھڑی کی طرح ٹک ٹک' ٹک ٹک' اٹھو' اٹھو' دستک ٹک ٹک۔

آواز کہاں ہے؟ سوئیاں کہاں ہیں؟ حرف کہاں ہیں؟ وقت ہو رہا ہے؟ کتنے بجے ہیں؟ ہنہ وقت ہو رہا ہے۔ اس گھڑی میں تو آواز ہی نہیں۔ اور ڈاکٹر..... میں بیمار ہوں۔ میرا دل دھڑک رہا ہے۔ دیکھو' دیکھو۔

''.....ٹوٹیوں سے دیکھو ڈاکٹر۔''

دینے نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے بیٹھے سینہ ڈاکٹر کے آگے کر دیا۔ سب ہنس پڑے..... جانے ان لوگوں کو تختے پر بھی مذاق کیسے سوجھ جاتے ہیں۔ خاکروب نے اپنے آپ سے کہا۔

اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ واقعی۔ گھڑی تو۔

''میں آپ کو دیکھ سکتا ہوں۔''

اس نے داروغے کو گھڑی جیب میں ڈالتے دیکھ کر کہا' داروغے نے گھڑی اس کے سامنے کر دی' وہ گھڑی میں اپنا وقت دیکھ کر مسکرایا۔

''چلئے' داروغہ جی۔''

دروازے کی دہلیز میں رک گیا۔ اس نے پلٹ کر کمرے کا جائزہ لیا۔

میں اب یہاں کبھی نہیں آؤں گا۔ اس کوٹھڑی میں۔ خدا حافظ کوٹھڑی۔

وہ خوش تھا پھر بھی اس نے آنکھیں بند کر کے سر جھکا لیا اور وہاں کی فضا کو پوری طرح پھیپھڑوں میں بھر کے نکل آیا۔

اس نے کوٹھڑی سے باہر آ کر زوردار انگڑائی لی اور سرمئی اندھیرے میں ان چاروں کو دیکھا۔ ان کی شکلیں بہت دھندلی سی تھیں۔

اس کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ ستارے نیلاہٹ مائل سیاہی میں گھل کر پھیل رہے تھے۔ اس نے باری باری پھر ان کو دیکھا۔ ان کے چہرے بھی سایہ رنگ ملے پانی کے چھینٹے تھے جو رفتہ رفتہ پھیل رہے تھے۔ اس نے فوراً اپنی آنکھیں ملیں۔ اس کی انگلیاں اپنی آنکھوں میں دور تک اترتی چلی گئیں۔ اس نے گھبرا کے پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ جیسے سمندر میں طوفان آ رہا تھا۔ بڑی بڑی لہریں اٹھ رہی تھیں اور ان لہروں پر دو آنکھیں ابھر ابھر کر ڈوب رہی تھیں۔ اس نے بہت غور سے دیکھنے کی کوشش کی۔

آنکھیں۔ یہ آنکھیں۔ میری آنکھیں۔ وہ آنکھیں کس کی ہیں جو لہروں میں..... داروغہ جی مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

"آپ' آپ لوگ کہاں ہیں۔"

اس نے اندھیرے کو ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

"اب اور کتنی دور جانا ہے؟"

"وہ سامنے دیوار سے ذرا آگے..... وہ چوکھٹا۔"

"دیوار۔"

کہاں ہے؟ دیوار۔ مجھے کچھ بھی نظر نہیں آ رہا۔ میں تو ان کے ساتھ ہی کوٹھری کے دروازے سے باہر نکلا تھا۔ لیکن میرا قدم کہاں پڑا ہے میں اونچی اونچی دیواروں میں کیسے گھر گیا ہوں؟ اور دیواروں میں غاروں کے منہ کھلے ہیں یا شاید کوٹھریوں کے دروازے ہیں اور سیڑھیاں ہی سیڑھیاں' دیواروں سے اترتی ہوئی یا آسمان پر چڑھتی ہوئی۔ ٹوٹی پھوٹی' نئی نئی' سیڑھیاں ہی سیڑھیاں ہیں جو ان کوٹھریوں میں جا رہی ہیں۔ ان کوٹھریوں سے آ رہی ہیں اور یہ تنگ راستہ جس کے ہر قدم پر موڑ ہے اور جس پر بہتی دھند کی تہ میں پیر کھو گئے ہیں۔ میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں؟ سامنے صرف ایک آئینہ ہے' سانس کی بھاپ سے دھندلایا ہوا۔ چاروں اور دھواں ہی دھواں اور دھوئیں سے ابھرتی سیڑھیاں' دیواریں اور دیواروں میں پھٹے غاروں کے منہ۔ یہ سب کچھ میں دیکھ رہا ہوں؟ نہیں۔ میری بھنووں کے نیچے دو سوراخ ہیں اور آنکھیں وہاں سمندر میں ہچکولے کھا رہی ہیں۔ نیچے دھند کی تہ میں میرے پیر ہیں اور اوپر پانی میں پھیلتے ہوئے سیاہ دھبے ہیں لیکن سنا ہے تب آسمان پر کوئی طوفان نہیں آیا تھا۔ پانی میں دھبے نہیں تھے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی اور اس کا بیٹا صاف وشفاف کپڑے پہنے اس کے ہاتھ میں پکڑی چھری کے نیچے لیٹا تھا۔ جب چھری چلانے کے بعد اس نے اپنی آنکھوں سے پٹی کھولی تو دنبہ ذبح ہوا پڑا تھا اور اس کا بیٹا پاس کھڑا تھا۔ نہیں میں تو چل رہا ہوں اور دھند کے پہیوں پر پھسل رہا ہوں اور مجھے کسی سامنے کی دیوار سے ذرا آگے کسی چوکھٹے تک پہنچنا ہے۔ میں نہایا تھا۔ میں نے پاک صاف کپڑے پہنے تھے اور میری ماں نے کہا تھا کہ حوصلہ کرو یہ ایک عظیم قربانی ہے۔ تب بھی مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میری ماں کہہ رہی تھی دیکھو میرا کتنا حوصلہ ہے کہ میں اتنی خوش ہوں۔ ماں نے کہا تو تھا لیکن اس کی آنکھوں میں یہ خوشی پانی کیوں ہو گئی تھی؟ غم؟ ہو سکتا ہے خوشی کی انتہا ہو جو سنبھالی نہ جا سکے تو آنکھوں سے بہہ جاتی ہے۔ میں چل رہا ہوں یا کھڑا ہوں لیکن میرے پیر یقیناً دھند میں پگھل کر بہہ رہے ہیں' چوکھٹے کی طرف' لیکن چوکھٹا کہاں ہے؟ یہ بھول بھلیاں ہیں۔ ہر قدم موڑ ہے اور ہر موڑ پر چوکھٹے کا خیال کہ اب سامنے ہو گا اور وہاں میری گردن پہلے ہی

www.kitaabpoint.blogspot.com

موجود ہوگی۔ میری ماں بھی کتنی بے وقوف ہے اور میں اس سے بھی زیادہ۔ نہیں۔ ناممکن۔ یہ میری آنکھیں میری ہی باندھی ہوئی پٹی کے پیچھے سے نکل کر آسمان کی لہروں پر چلی گئی ہیں اور میں خود اپنی چھری کے نیچے لیٹا ہوں' چھری کے نیچے گردن میری ہی ہے؟ آسمان کے بھنور سے آنکھوں نے پہچاننے کی کوشش کی ہے' اس دہانے سے لال لال دھواں کیوں نکل رہا ہے۔ دھواں اتنا' اتنا سرخ ہوتا جارہا ہے۔ میں اس کوٹھری کی سیڑھیوں سے کیوں اتر رہا ہوں؟ اس دھوئیں میں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ مجھ سے جلتے مردے کی بدبو برداشت نہیں ہوتی۔ یہاں سے غرغر کی آوازیں کیوں آرہی ہیں؟ ایسی آواز تو بکرے کی شہ رگ کٹنے پر آتی ہے۔ غرغر یہ کون تڑپ رہا ہے؟ یہ یہ یہ تو میں ہوں' اور' اور میرے ہاتھ میں چھری ہے۔

سامنے سرخ تالاب میں لاش نہا رہی تھی۔ زمین پر بہتی' خون کی سرخ انگلیاں اس کی طرف بڑھ رہی تھیں کٹی ہوئی گردن سے غراہٹ کی آواز آئی اور وہ گھبرا گیا۔ اس نے دکان کے دروازے کی طرف دیکھا۔

دروازہ تو میں نے دکان کے اندر داخل ہوتے ہی بند کر دیا تھا۔

تو' تو یہ آواز؟

سامنے پڑے ہوئے جسم نے جھرجھری لی۔ گردن کے نرخرے سے پھر آواز آئی اور اس کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی چھری کو دیکھا' چھری کی نوک پر خون کی بوند گرتے گرتے اٹک گئی تھی۔

میں نے اس کو واقعی قتل کر دیا ہے؟ یہ دروازہ بند کرکے دن بھر کی کمائی گن رہا تھا۔ میں نے اندر آکے پہلے دروازے کی کنڈی لگائی تھی اور ردی خریدنے کے بہانے اسے کتابوں کی الماری کے پیچھے لے گیا تھا اور پھر......

اس کے ہاتھوں میں چھری کانپنے لگی' اس زور سے کہ ہاتھ سے چھوٹ کر خون میں جا گری' فرش پر خون کی انگلیاں اس کی طرف بڑھتی بڑھتی جم گئی تھیں۔ اس نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے دیکھا۔

نہیں' نہیں' نہیں' یہ میرے ہاتھ نہیں ہو سکتے۔ میں اسے قتل کر ہی نہیں سکتا۔ یہ چھری اس جن نے چلائی ہوگی۔ اس کا قاتل جن ہے۔ تم لوگ مجھے اس لاش کے پاس تنہا کیوں چھوڑ گئے ہو' تم کہاں ہو؟ ماں میں تنہا ہوں اور یہ خون! یہ سرخ دھواں میرے اردگرد۔ یہ خون میں نے نہیں کیا۔ بھوت کی پرچھائیں' جن کا سایہ مجھ کو یہاں لاکر چھوڑ گیا ہے۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے ماں۔ ابلتے ہوئے دھوئیں میں جھریوں والا ہاتھ ابھرا ہے۔ ماں تیرے ہاتھ میں تعویذ ہے اسے فوراً میری گردن میں ڈال دو..... لاؤ نا۔ یہ تیرا ہاتھ پیچھے کیوں ہٹتا جارہا ہے۔ میں آگے بڑھتا ہوں اور ماں کا ہاتھ اور پیچھے' اور پیچھے..... یہ یہ کیا؟ یہ کیا ہو رہا ہے' یہ جھریوں والا ماں کا ہاتھ

www.kitaabpoint.blogspot.com

کسی مرد کے ہاتھ میں کیوں ڈھل رہا ہے' کیوں ڈھل گیا ہے۔ یہ ہاتھ کس کا ہے؟ میرے' میرے ہاتھوں جیسا.....؟

اس نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔ ایک ہاتھ نہیں تھا۔ سامنے دھوئیں میں دوسرے ہاتھ سے خون کی بھاپ ٹھنڈی ہو کر بہہ رہی تھی۔

یہ' یہ تو میرا ہاتھ ہے۔ میں نے ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی تھی اور ہاتھ آگے بھاگنے لگا تھا اور میں ہاتھ کے پیچھے۔ یہ ہاتھ مجھے کھینچ کے کہاں لے جا رہا ہے؟

یکدم سرخ دھواں چھٹ گیا اور ہاتھ اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ اندھیرے میں شام کی نیلاہٹ ابھری اور وہ سہم کر ایک طرف کھڑا ہو گیا اور اس نے دیکھا کہ سامنے آسمان پر جلتے ہوئے گولے کی آگ دور زمین پر گر رہی ہے۔ اس کا وجود آہستہ آہستہ پگھل رہا ہے۔ تاحدنگاہ زمین سے چھریاں اگ رہی ہیں۔ جلتے ہوئے گولے کی آگ اتنی تیز ہو گئی ہے کہ چھریاں بھی دہکنے لگی ہیں۔ پھر اس کا وجود پگھل کر زمین پر بہنے لگا ہے۔ سایہ پھیل رہا ہے۔ آہستہ آہستہ دہکتی چھریاں اس کے ماس کو جلا رہی ہیں۔ رفتہ رفتہ' وہ کرب میں چیخ رہا ہے۔ چلا رہا ہے لیکن بہتے ہوئے ماس کو چھریوں کے دو دھاری پھل کاٹ رہے ہیں اور تاحدنگاہ اس کی لجلجی بوٹیاں پھسلتی چلی جا رہی ہیں اور اس کا سر آسمان پر جلتے آگ کے گولے کی طرف بڑھ رہا ہے' آسمان سے گرتی آگ سر کی طرف بڑھ رہی ہے۔ وہ دکان کے کونے میں کھڑا اپنے سامنے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ وہاں کھڑے کھڑے اس کا سانس تیز ہو گیا۔

اس آگ کو روکو میری ایک ایک بوٹی میں میرا دماغ ہے۔ سر کو آگ کی طرف بڑھنے سے روکو ورنہ..... ورنہ..... میرا نچلا دھڑ پتھر کا ہو گیا ہے۔ میں ہل نہیں سکتا۔ ماں' ماں' بڑھ کر آگ کو روکو۔ ماں' میرا سر۔

اس نے آنکھیں بند کر کے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ آگ نے سر کو چھوا وہ چیخ اٹھا۔

''مر گیا میاں!''

''کیا ہوا میرے پتر...... میں واری جاؤں۔''

''ماں! میرا سر''

''ہائے میرا جوان جہان پتر۔ تمہیں ضرور کسی جن بھوت کا سایہ ہو گیا۔ آج پھر تم خواب میں ڈر گئے۔ صبح ہوتے ہی جا کر تعویذ لے کر آؤں گی۔''

لیکن تعویذ والا ہاتھ غائب ہو گیا ہے۔ میرا ہاتھ بھی کلائی کے ساتھ آن جڑا ہے اور میرے دونوں ہاتھ خالی ہیں۔ چھری بھی

www.kitaabpoint.blogspot.com

میرے پاس نہیں۔ اسے جن نے قتل کیا ہے۔ وہ وہ دیکھو۔ سامنے جن کا پرچھانواں ہے' سرخ دھواں بن کر پھیل رہا ہے۔ وہ دیکھو' اس کے ہاتھ میں چھری ہے۔

''اسے میں نے قتل نہیں کیا۔''

''یہ تو ثابت ہو چکا ہے۔'' مجسٹریٹ نے زیر لب کہا۔

''لو سگریٹ پیو۔'' داروغہ بولا۔

''اتنا نارمل۔'' ڈاکٹر نے زیر لب اپنے آپ پر حیرت کا اظہار کیا۔

''مسکراؤ۔ آخری وقت چہرے پر سکون ہوا کرتا ہے۔'' خاکروب نے سرگوشی میں کلمہ بھی پڑھا۔

''ہم پھانسی تک کب پہنچیں گے؟''

''شاباش۔'' خاکروب نے تصور ہی میں اس کے کندھے پر تھپکی دی۔

''وہ سامنے چوکھٹا ہے۔ دس بیس قدم پر۔''

اور مجھے کمرے سے نکلے صدیاں بیت گئی ہیں لیکن چوکھٹا نظر نہیں آتا۔ آنکھیں سب سے اونچی لہر پر چڑھ کے دیکھتی ہیں اور دوسری لہر میں اتر جاتی ہیں۔ یہاں چاروں اور پھیلی ہوئی ہلکی ہلکی دھند ہے میں سیڑھیاں اترتا ہوں لیکن زمین نہیں آتی۔ میں سیڑھیاں چڑھتا ہوں لیکن آخری سیڑھی کے بعد ایک اور سیڑھی ہوتی ہے۔ میں بہہ رہا ہوں لیکن میرے پیر راستے پر جمی دھند کی تہ میں کھو گئے ہیں اور دیواروں میں غاروں کے دہانے ہیں۔ کمرے کا دروازہ پھر اسی کمرے میں کھلتا ہے۔ یہی کمرہ دن ہے جو پلک جھپکتے میں گزر جاتا ہے۔ یہی غار رات ہے جو ربڑ کی طرح تنتی ہی جاتی ہے۔ نیند روکنے سے بھی نہیں رکتی۔ نیند کے ساتھ ہی گزرا ہوا دن سیاہ لبادہ میں بڑے بڑے دانت نکالے آ جاتا ہے اور رات اور بھی لمبی ہو جاتی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ ایک میدان میں بہتے سرخ دریا کے کنارے چلتا جا رہا ہوں۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کا پانی سرخ کیوں ہو رہا ہے۔ میدان میں دور دراز درختوں کا نشان نہیں۔ چلتے چلتے مجھے قہقہوں کی آواز سنائی دیتی ہے جو رفتہ رفتہ میرے قریب ہوتی جا رہی ہے' اور قریب' بالکل میری بائیں طرف۔ میں گھبرا کے اس کی طرف دیکھتا ہوں میرے بالکل قریب بڑی بڑی سوکھی شاخوں والا درخت ہے' جس کی ہر شاخ کانٹا ہے اور ہر کانٹا میرے کٹے ہوئے سر میں گردن کی جانب سے پیوست ہے اور خون ان ہی سے گر رہا ہے۔ قطرہ قطرہ' اور یہیں سے دریا کا پانی لال ہو رہا ہے۔ درخت کے تنے کے پیچھے سے قہقہوں کی آوازیں آ رہی ہیں۔ میں درخت کی اوٹ سے دیکھتا ہوں تو وہاں..... وہاں کتابوں کے

www.kitaabpoint.blogspot.com

تخت پر اخباروں کے کاغذوں سے بنا کوئی جسم بیٹھا پاگلوں کی طرح ہنس رہا ہے۔ میں اسے غور سے دیکھتا ہوں تو اس کی شکل بالکل بازار کی نکڑ والے ملحد سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے سامنے میری لاش پڑی ہے اور وہ بار بار میری شہ رگوں کے اندر سے اپنی انگلیوں سے کوئی شے نکالنا چاہتا ہے۔ میں اپنے دونوں ہاتھ اس کی طرف بڑھانے کی کوشش کرتا ہوں مگر مجھ سے ہلا نہیں جاتا۔ اس نے میری شہ رگوں کو خالی کرنے کی کوشش سے تنگ آ کر مجھے کتابوں پر لٹا دیا ہے اور کتابوں کو آگ لگا دی ہے۔ میرا دھوئیں میں دم ..... گھٹ ..... گھٹ رہا ہے۔ مجھے بچاؤ۔ ماں مجھے سانس نہیں آتا' میرا دم .....ماں۔

"پانی۔"

"لو۔ میرے بچے۔"

"ماں یہ جن میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتا ..... یہ سایہ۔"

گلے کی زنجیر میں ایک اور تعویذ۔

"ماں۔ دن میں تو میں ٹھیک ٹھاک ہوتا ہوں۔"

"تم کوئی نیک کام کرو تو تعویذوں کا کوئی اثر بھی ہو۔"

"ماں وہ نکڑ پر ردی کی دکان والا' میرے' میرے خوابوں میں کیوں آتا ہے؟"

"تم اس دکان کی طرف نہ جایا کرو۔ کوئی نقصان نہ پہنچائے۔ خواہ مخواہ سے جھگڑا مول نہ لو۔ بازار میں اتنے ڈشکرے کیا کم ہیں۔"

"تم نہیں جانتیں ماں وہ ملحد' خدا اور رسول کو نعوذ باللہ ..... مجھ سے برداشت نہیں ہوتا ماں۔ میں۔ مجھے بہت غصہ آتا ہے۔"

"ان لفنگوں کو غصہ نہیں آتا آخر وہ بھی تو ..... ان ہی قاتلوں کو نپٹنے دو۔ اس سے۔"

"لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس کافر کو اسے' وہ میرے خدا' میرے رسول کو۔ میں جانتا ہوں تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ ٹھیک ہے میں نماز قرآن نہیں پڑھتا لیکن خدا اور رسول کو؟ نعوذ باللہ ..... جانے یہ خیال کیوں جن کی طرح میرے دماغ سے چمٹ گیا ہے اور وہ خواب!"

لاحول ولا قوتہ

خواب اس کے ذہن میں پھر گھوم گیا۔ اس نے سینے پر لٹکتے تعویذوں پر ہاتھ رکھا' آیت الکرسی جتنی یاد تھی' پڑھ کر سینے پر پھونک

www.kitaabpoint.blogspot.com

ماری اور سو گیا۔

ماں کی ہدایت کے باوجود صبح بیٹھک کی طرف جاتے ہوئے وہ ردی والے کی دکان کے سامنے سے گزرتا تھا اور ہنستے ہوئے یاروں کو سارا قصہ سناتا تھا۔ باتیں کرتے کرتے وہ یکدم خالی الذہن ہو کر چپ ہو جاتا۔ کوئی کہتا ''پھر'' اور بات پھر جاری ہو جاتی۔

''یار! مجھے واقعی کہیں جن نہ چمٹ گیا ہو۔''

اس نے یکدم سنجیدہ ہو کر کہا۔

''ویسے اس حرام زادے کافر کو ٹھکانے لگاتا ہے تو بڑے ثواب کا کام۔ امام صاحب..... وہی اپنی مسجد والا کہہ رہا تھا کہ اس نے کوئی کتاب بھی لکھی ہے جس میں.....''

''یار رہنے دے' کسی سے اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھو' ہمیں تو ایسے خواب کبھی نہیں آئے۔''

''پوچھی تھی یار..... امام صاحب سے۔''

''پھر.....؟''

''بس کچھ نہ پوچھو۔ وہ کہتے ہیں کہ بہت ثواب کا کام ہے۔ سیدھا جنت میں۔''

''تو مولوی یہ کام خود کیوں نہیں کر دیتا۔''

''یارا تم ہمیشہ اوکھی بات ہی کرنا۔ مولوی کو تو بخش دو۔''

''گولی مارو۔ میرا اس جن سے' اس خواب سے پیچھا چھڑاؤ۔''

''اگر تم نے جن سے پیچھا نہ چھڑایا نا بچو جی تو انگریز تمہیں لٹکا دے گا۔''

''یار مذاق نہ اڑاؤ۔ میں بہت پریشان ہوں اچھا بھلا کون موت سہیڑتا ہے۔''

''چھوڑ یار رہنے۔ دم لگا دوم کہ مٹے غم۔ آخری تم سارا دن سوچتے کیا رہتے ہو؟''

جنگل کی بوٹی گھوٹ کے پیتی' انگریز دی ماں دی تیتی۔

اور سب اپنے اپنے غم مٹانے لمبی چپ میں اتر گئے۔

واقعی۔ میں سارا دن کیا سوچتا رہتا ہوں؟ کیا کرتا رہتا ہوں؟ ہوں میں سوچتا رہتا ہوں کہ وقت کیسے گزارا جائے اور کرتا یہ رہتا ہوں کہ وقت گزارتا رہتا ہوں۔ بڑی سیدھی بات ہے..... اور پل بھر میں گزرا ہوا' سیاہ لبادے میں دانت نکالے گورا دن۔ جن کا

www.kitaabpoint.blogspot.com

سایہ رات ربڑ کی طرح تنتی ہوئی لمبی پیروں میں بندھے گھنگھروؤں سے بھی اس کافری ہنسی کی آواز اور بائی کے سازندوں کے ہاتھوں میں اڑتے سازوں سے آندھیوں کا شور۔ جنگل کے درختوں میں تیز آندھی گرد و غبار میں ابھرتی مٹتی خوفناک شکلیں یہ میں کیڑے مکوڑوں کی طرح اتنا چھوٹا کیوں ہو گیا ہوں مجھ سے بھاگا کیوں نہیں جا رہا۔

اس نے بھاگنا چاہا لیکن فوراً ہی گھاس کی پتی سے چپک گیا' آندھی چڑیلوں کے دانتوں کی طرح تیز تھی۔ وہ گھاس سے پھر زمین پر اتر آیا اور رینگنے لگا۔ رینگتے رینگتے اس کا جسم دکھنے لگا تھا۔ جب اس کے گرد چڑیلوں کا ناچ ذرا تھما تو اس نے دیکھا کہ وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ کوئی زنجیر کے دوسرے سرے سے اسے کھینچ رہا ہے۔ کھینچنے والا اسے نظر نہیں آتا۔ چڑیلیں ناچتی ہوئی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ جب وہ انہیں غور سے دیکھتا ہے تو ان چڑیلوں کے چہرے کا ماس سکڑتا ہوا برادہ بن جاتا ہے۔ ہوا میں اڑ جاتا ہے اور ان کے دل کی جگہ پر بغیر سوئیوں کے گھڑیاں ٹک ٹک کرنے لگتی ہیں۔ ہر قدم پر ہنسی کی آواز بڑھتی جاتی ہے اور وہ چلتا جا رہا ہے۔ جنگل کی بھول بھلیاں میں چلتے چلتے سب کچھ یکدم جامد ہو جاتا ہے۔ وہ نظریں اٹھا کر سامنے دیکھتا ہے تو زنجیر کا دوسرا سرا اس کافر کے ہاتھ میں ہے۔ قریب بہت بڑا الاؤ جل رہا ہے جس کے گرد لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان میں سے ایک کے آگے کتابوں کا انبار لگا ہے۔ وہ وقفے وقفے کے بعد ایک ایک کر کے کتاب اٹھاتا ہے اور الاؤ میں پھینک دیتا ہے۔ وہ ملحد کافر مسکراتا ہوا اس کی زنجیریں کھول دیتا ہے اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا ہے۔ وہ لوگوں کو غور سے دیکھتا ہے تو ان میں اس کا دوست بھی بیٹھا نظر آتا ہے۔ جیرا' وہ جیرے کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور وہ اسے اشارہ کرتا ہے۔ یہی وہ کتاب ہے دینے کی کنپٹیاں پھڑکنے لگتی ہیں اور وہ بہت غصے میں کافر کی طرف دیکھتا ہے۔ دینے کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔ آگ کے بالکل پاس ایک لاش ہے جس کے سینے سے وہ چھری کی مدد سے دل نکال رہا ہے۔ دینا نظروں ہی میں جیرے سے پوچھتا ہے' یہ میں ہوں؟ جیرا اثبات میں سر ہلا دیتا ہے۔ وہ دل نکال کر اس کی بوٹی بوٹی کر کے کھا جاتا ہے۔ پھر شہ رگ کو منہ لگا کر خون پیتا ہے' پھر لاش کا سر کاٹ کر اسے ہاتھ میں بالوں سے پکڑے لگ کے گرد چکر لگانے لگتا ہے۔ ایک' دو...... ساتویں چکر پر سر آگ میں پھینکا جائے گا۔ دل کی جگہ سوئیوں بغیر گھڑیوں والی چڑیلیں بھی کہیں سے آجاتی ہیں اور آگ کے گرد ناچنے لگتی ہیں۔ چوتھا چکر' پانچواں......

تم اٹھتے کیوں نہیں۔ یہ تمہارا سر ہے۔ اسے چھین کر' کافر کو آگ میں پھینک دو' اٹھو' زندگی میں ایک تو کام کرو۔ اپنے آپ کو تو بچاؤ' تمہارے دل کی دھڑکن تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ اٹھو اس کافر کے منہ سے خون بہہ رہا ہے اور یہ اس کا چھٹا چکر ہے۔

اٹھو......

www.kitaabpoint.blogspot.com

اس نے پھر جیرے کی طرف دیکھا' اور اس کا اشارہ پاتے ہی اٹھ کر لپکا اور کافر سے گتھم گتھا ہو گیا۔ اس چھینا جھپٹی میں اس نے اپنا سر کافر کے ہاتھ سے چھوٹ کر آگ میں گرتے دیکھا۔ اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

''رات پھر خواب آیا ہے۔''

''دیکھ یار دینے خواب جن کی طرح تمہیں چمٹ گئے ہیں۔ اگر تجھ میں ہمت نہیں نا تو..... یار زندگی میں ایک کام تو کر، اپنے آپ کو بچاؤ۔''

''میری مانو بھنگ چھوڑ دو۔ اویار کچھ تو کرو۔''

وہ ان کو جوا کھیلتا چھوڑ کر بازار میں آ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے اور کدھر جائے۔ وہ تھڑے پر بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں بازار کی نکڑ پر کچھ دیر کے لیے رکیں اور پھر بازار میں بھٹکنے لگیں۔ میں کیا ہوں؟ وہ بازار میں یکدم تنہا ہو گیا۔ میں نے آج تک کیا کیا ہے؟ کچھ تو کر۔ سارے بازار میں کٹی ہوئی زبانیں چھپکلی کی کٹی دم کی طرح پھدک رہی تھیں۔

زندگی میں ایک کام تو کر، اپنے آپ کو بچاؤ۔ کیا ہوں؟ میں اس کافر پر ثابت کر دوں گا کہ میں ہوں اور میرا دل کاٹنے اور شہ رگ سے خون پینے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے پھر میں ماں کو بتاؤں گا کہ بیکار نہیں ہوں مجھے زندگی کتنی پیاری ہے' بیکار لوگوں کو زندگی پیاری نہیں ہوتی اور دیکھو ماں' میں اپنی زندگی بچا کے لایا ہوں۔ لیکن کس طرح' کیونکر؟ کیسے اپنے زندہ رہنے کا جواز' تھڑے پر بیٹھے بیٹھے اس کا سر چکرانے لگا اور وہ سڑک پر اتر آیا۔

بچا کے لایا ہوں۔ لیکن کس طرح کیونکر؟ میں کیسے اپنے زندہ رہنے کا جواز' تھڑے پر بیٹھے بیٹھے اس کا سر چکرانے لگا اور وہ سڑک پر اتر آیا۔

بازار میں لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ وہ دبے پاؤں چلتا ہوں بازار میں نکڑ تک گیا اور کن اکھیوں سے دکان کی طرف دیکھا۔ وہ کافر بیٹھا ردی تول رہا تھا۔ اس کو جھرجھری آ گئی۔ وہ بازار کا چکر لگا کر پھر اس دکان کے سامنے آ گیا۔ وہ ہنس ہنس کر گاہکوں سے باتیں کرتا تھا۔ دینے نے اپنے کانپتے ہاتھوں کو ایک دوسرے میں جکڑ لیا اور قصائی کی دکان پر آ گیا۔ قصائی قیمہ بنا رہا تھا۔ قیمہ بناتے ہوئے اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا' اسے یہ بھی احساس نہیں تھا کہ اس کے ہاتھ میں چاپڑ ہے جو بار بار لکڑی کی ڈھی پر گرتا ہے اور اس کا دوسرا ہاتھ قیمہ بنتے گوشت کو چاپڑ کے نیچے کھسکاتا رہتا ہے دینے نے اس سارے عمل کو بہت غور سے دیکھا پھر باہر کے کیل پر لٹکے ادھ کٹے بکرے پر ہاتھ پھیرتے' قصائی سے' مرغی ذبح کرنے کے بہانے چھوٹی چھری ادھار مانگ لی۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

ہاں میں نے چھری مانگی تھی بلبھے قصائی سے مرغی حلال کرنے کے لئے بہانے سے؟

اس نے خون میں گری خون سے لت پت چھری اٹھالی۔ اس کے گرد دھواں اور بھی گہرا ہو گیا۔

پھر میں اسے ڈب میں اڑس کر بے مقصد پھرتا رہا تھا۔ پاگلوں کی طرح؟ میں دریا پر بھی گیا تھا اور چھری سے ریت کا قیمہ بھی بناتا رہا تھا۔ وہ لاش کو دیکھتے ہوئے دھیرے دھیرے اٹھا۔

پھر میں نے دارو پی تھی اور پھر مجھے پتا نہیں کیا ہوا تھا۔ جن مجھ سے علیحدہ ہو گیا تھا اور سائے کے ہاتھ میں چھری تھی اور یہ اور یہ سب کیا ہے میرے تہ بند اور کرتے پر یہ خون؟ کب لگا یہ خون؟ جواب سوکھ رہا ہے۔ میں یہاں کیوں ہوں؟ یہ چھری تو میں لبھے سے لایا تھا۔ تو یہ کتنا خوفناک منظر ہے۔ خون لاش کٹی ہوئی گردن اور چھری میرے ہاتھ میں..... اور میں بالکل سلامت ہوں۔ آج کے بعد یہ میرے خواب نہیں آئے گا۔ میں ابھی جا کر ماں کو بتاتا ہوں سائے نے قتل کر دیا ہے سائے کو۔

"یہ قتل ہو گیا ہے کافر۔"

"کس نے کیا؟"

"اس نے اس نے۔"

دینے نے تاریکی کی طرف اشارہ کیا۔

"اور چھری خون آلود تمہارے ہاتھ میں ہے!"

دوسرا آدمی بھاگ کھڑا ہوا۔

دینا بھی بھاگنے لگا جلدی جلدی سیڑھیاں اترنے لگا۔

یہ یہ میں نہیں ہوں۔ میں میں سیڑھیوں کے اس قید خانے سے نکلنا چاہتا ہوں۔ یہاں دھند میں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ سرخ دھوئیں میں تیز دانت ہیں۔ یہ میں نہیں ہوں۔ بازار میں لوگ سر جھکائے کیوں پھر رہے ہیں؟ کس کے جنازے کے ساتھ ہیں؟

اس نے چیخ کر کہا

"قتل ہو گیا ہے۔"

تھڑے کے نیچے کتا بھونکا۔ اس نے کتے سے کہا

"وہ وہ دکان میں۔"

www.kitaabpoint.blogspot.com

کتے نے جیسے سنا ہی نہیں تھا' وہ دوسرے تھڑے کے نیچے چلا گیا۔

''تم سنتے کیوں نہیں' اس نے لوگوں سے کہا' سائے نے سائے کو مار دیا ہے۔''

کس نے سر اٹھا کر نہ دیکھا۔ سب چلتے جا رہے تھے۔ سنو وہ قتل ہو گیا ہے' لوگ قدم' قدم آہستہ آہستہ۔

دیکھو' دیکھو۔ میرے کپڑوں پر خون ہے۔ لیکن یہ کپڑے میرے جسم پر نہیں ہیں۔ میری طرف دیکھو تو سہی۔ خدا کے لئے اچھا۔

اچھا سنو!

یہ قتل میں نے کیا ہے۔ میری طرف دیکھ تو لو۔

لوگ رک گئے۔ انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔

ہاں' ہاں۔ یہ میں ہوں بیکار' آوارہ' بدمعاش۔

اس نے اپنے سینے پر ہاتھ مارا اور چھری لوگوں کے سامنے کر دی' سیاہ آستین کے منہ میں بال تھے اور بالوں کے ساتھ اس کا کٹا ہوا سر لٹک رہا تھا۔

نہیں۔ نہیں

وہ الٹے پاؤں چلتا چلتا ایک دم مڑ کر بھاگنے لگا۔

یہ بھی خواب ہے' خواب ہے؟

بازار نعروں سے گونج اٹھا۔ زندہ باد' لوگ گیت گانے لگے۔ اس نے کانوں میں انگلیاں دے لیں'

''ماں۔ ماں۔ دروازہ کھولو۔''

ماں پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں تو آج زندہ ہوا ہوں' ماں۔''

ماں اس کے کرتے پر پڑے خون کے چھینٹے دیکھے جا رہی تھی۔

ماں' سایہ قتل کر کے بھاگ گیا ہے۔

''میں مرنا نہیں چاہتا۔''

دینے نے ہولے سے کہا اور ماں کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

داروغے نے اس کے سر پر تھپکی دی اور اپنے کاندھے سے اس کا سر اٹھایا۔

کم بخت تمہیں یہ نہیں کہنا چاہئے تھا' میں مرنا نہیں چاہتا' خاکروب نے اپنے دل ہی دل میں اسے گالی دی۔

''ہم پہنچ گئے ہیں۔''

داروغے نے کہا۔

''کہاں؟''

دینے نے داروغے کو دیکھا۔ پھر سر گھمایا پیچھے دھند تھی۔ اس کے بالکل سامنے' دور' اور دور دیوار تھی اور دیوار سے ذرا آگے۔

''محمد دین ولد......''

پاس کھڑا انگریز مجسٹریٹ کاغذ سے پڑھ رہا تھا۔

لوگوں نے تو مقدمہ جیتنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی تھی۔ سنا ہے انگریز بہت انصاف پسند قوم ہے لیکن..... اور مجھے زیادہ سے زیادہ عمر قید ہو گی یا کالا پانی..... لیکن انگریز کا قانون..... اور پھر میں بھی تو چپ تھا۔ میں میں کیوں بولتا۔

''ملزم بولتا کیوں نہیں؟'' انگریز جج نے پوچھا تھا۔

جو ملزم ہوگا' قاتل ہوگا بولے گا۔ میں نے قتل نہیں کیا۔ میں کیوں بولوں؟

اس لئے عدالت اسے سزائے موت کا حکم.....

لانگ لو دی کنگ! سیاہ آستین کے منہ میں میرا سر ہے اور میں چپ ہوں' میرے بیٹے' میں تمہیں خود نہلا دھلا کر بھیجوں گی۔ کہاں ماں' کہاں؟ یہ غازی کون ہے؟ میں نے تو جن سے نجات حاصل کی ہے۔ شہید کون ہو رہا ہے؟ یہ تو چھری نے کہا تھا کہ میں بھی ہوں۔ اور اب دنیا گیت گا رہی ہے۔ کس کے گیت ہیں یہ؟ میرے؟ مجھے گیت نہیں چاہئیں۔ بکرا' بکرا لٹا دو میری جگہ ماں' بکرا کہاں ہے؟

''مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو۔''

اس نے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی۔

شاباش' شاباش تمہیں کسی سہارے کی ضرورت نہیں' تمہارے قدموں میں کوئی گھبراہٹ نہیں' شاباش اسی طرح مسکراتے ہوئے خاکروب مسکرایا۔

میں مرنا نہیں چاہتا' اتنی مشکل ہے' اتنے عذاب کے بعد تو میں نے زندگی حاصل کی ہے' مجھے چھوڑ دو' مجھے بچاؤ۔ میں نے قتل نہیں

www.kitaabpoint.blogspot.com

کیا' وہ تو سایہ تھا' سایہ۔

''وصیت کرو گے؟''

وصیت؟ اس نے کھوکھلی نظروں سے انہیں دیکھا۔

''آخری خواہش؟''

ہاں آخری خواہش! آسمان سے میری آنکھیں اتار لاؤ۔

''ٹھیک ہے۔'' ڈاکٹر نے پھر نبض دیکھی۔

میری آخری خواہش؟ مجھے میرا وجود دکھا دو' میرے ہاتھ کی چھری تلے سے میری گردن نکال لو' میری آنکھیں بھنور میں اتر رہی ہیں' مجھے بچاؤ۔

شاباش غازی' خاکروب کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی' کلمہ پڑھو۔

''میری آخری خواہش؟''

شاباش' شہید' مسکراؤ..... خاکروب کا دل چیخا۔

''میری آخری خواہش؟''..... اس نے چیخ کر کہا'

''یہ پھندا فوراً میری گردن میں ڈال دو۔

آسمان کے بھنور میں اترتی آنکھوں کے تاگے چشم زدن میں ٹوٹ گئے اور آسمان کی تہہ میں کھلتی آنکھوں نے دیکھا۔

وارڈر نے اس کوٹھڑی کے آہنی دروازے کا تالا کھڑکا کر دیکھا کہ لگ گیا ہے یا نہیں'

سورج پر تالے کی ضربیں چیخیں اور آہنی سورج کے درمیان گول آنکھ کے اندر ایک اور آنکھ آ کر تاریک ہو گئی۔

◆◆◆

www.kitaabpoint.blogspot.com

13

میں ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے سامنے سر جھکائے لوگوں کی قطار میں کھڑا ہوں۔ سب سے اگلے آدمی کی ناف سے لے کر سب سے پچھلے آدمی کی ناف تک ایک سرنگ ہے۔ اس تاریک سرنگ میں کیڑے رینگ رہے ہیں۔

میں سرنگ کی دیواروں کو ٹٹولتا' ٹھوکریں کھاتا دفتر کی کھڑکی تک پہنچا ہوں۔ ایمپلائمنٹ ایکسچینج کے کلرک نے ایک کاغذ تہ کر کے میرے ہاتھ میں تھما دیا ہے۔

"اس کاغذ میں وہ تمام راز ہیں جن کے لئے تمہیں زندہ رہنا چاہیے۔"

اس نے فقرہ تان کر میرے سر میں مارا ہے۔

میں کھڑکی سے ہٹ کر خوشی خوشی کاغذ کی تہیں کھول کر اسے پڑھتا ہوں۔

کاغذ بالکل کورا ہے۔

ٹھک' ٹھک' ٹھک

ابھی دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی تھی۔ میں نے کتاب سے نظریں اٹھائی ہیں اور کسی کو اپنے سامنے اوزار لئے کھڑا دیکھتا ہوں۔ کہتا ہے میرا میٹر بند کرنے کے لئے آیا ہے تاکہ وہ تمام بلب بجھ جائیں جن کی کرنوں کے جال میں میں پھنسا ہوں۔

میں اسے یقین دلاتا ہوں کہ میرے گھر میں بجلی نہیں ہے۔ اگر کسی زمانے میں تھی تو محکمے والے بل کی عدم ادائیگی کے باعث میری بجلی کاٹ گئے ہیں۔ وہ اپنا غار سا منہ پھاڑے ہنس رہا ہے۔ اس کے لمبے لمبے گوشت خور دانتوں سے مجھے کوئی خوف نہیں آتا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے پلاس سے ہوا کو کھٹکھٹایا ہے۔

ٹھک' ٹھک' ٹھک'

وہ میرا میٹر بند کرنے کے لئے انتظار میں کھڑا ہے اور میری آنکھیں اطمینان سے کتاب کے لفظ چنتی رہیں گی کیونکہ میرا میٹر تو خفیہ تہ خانے میں ہے۔

یہ تہ خانہ کہاں ہے؟

www.kitaabpoint.blogspot.com

جانے میں اس کوٹھڑی میں کب سے ہوں۔ خستہ دیواریں ایک دوسرے کے ساتھ خواہشوں سے بندھی کھڑی ہیں۔ ہر لحظہ یوں لگتا ہے جیسے خواہشوں کی گرہیں کھل جائیں گی۔

کوٹھڑی میں کوئی روشنی نہیں لیکن میں دیکھ سکتا ہوں۔

سامنے دیوار پر جمی چھپکلی کی آنکھیں بلب ہیں اور میری آنکھیں' روشنی۔

جانے ہم کب سے یوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں؟ اور دیکھتے رہیں گے؟ کبھی کبھی یہ سوال درد بن کر میرے سر میں دھڑکنے لگتا ہے۔

میں گھر سے نکل آیا ہوں' لوگ کہتے ہیں کہ دن نکل آیا ہے۔ روشنی اتنی تیز ہے کہ کائنات سورج کا عکس پڑنے سے سیاہ ہو گئی ہے۔ میرے جوتے کچی گلی کی پکی ایجنٹوں کے ساتھ سازش کر رہے ہیں۔ میرے پیر اس سازش کا شکار ہو رہے ہیں اور میرے سر کی طرح دکھنے لگے ہیں۔

مکڑی کے جالے ہیں یا شاید پلاٹینم کے بنے ہوئے تار میرے سر اور پیروں کے درمیان۔

پیارے بچو! کہو خوش آمدید

انہوں نے مجھے اس جال سے لٹکتے دیکھ لیا ہے اور مختلف آوازے کسے ہیں۔ میں مسکرایا ہوں اور چشم زدن میں میری ساری مسکراہٹ لہو بن کر میرے ہونٹوں سے بہہ نکلی ہے۔

آج ان کا نشانہ صحیح بیٹھا ہے۔ ان کی ہنسی مجھے دھکا دیتی ہے اور زمین پر اینٹوں اور میرے جوتوں کے درمیان میں میرے کانوں میں الٹے ٹیپ ریکارڈ چلنے لگتے ہیں۔

خدا حافظ پیارے بڈھے۔

ان میں سے ایک نے بڑی تیزی کے ساتھ میری طرف دیکھا ہے اور میری نظریں فوراً اپنے ہاتھ کی طرف اٹھ گئی ہیں۔

چھوٹا سا پیارا پیارا نرم نرم ہاتھ ..... اس ہاتھ میں پتھر ہے۔

میں چلتی بس پر سوار ہوا ہوں جو بس سٹاپ پر رکتے رکتے چل دی تھی۔

بجلی کے کھمبے' لوگ' کاریں' تانگے' سائیکلیں' درخت الٹی طرف کو بھاگے جا رہے ہیں۔ میں ساکت ہوں۔ بالکل ساکت' اور بس کی نشستوں پر صرف میری نگاہوں کے دھبے ناچ رہے ہیں۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

گرڑ گرڑ..... گرڑ گرڑ بس کہیں رکتی نہیں۔ چلتی جا رہی ہے۔ لیکن مجھے اترنا کہاں تھا؟ اوہ ہاں اچھا نہیں' اگلے سٹاپ سہی' اچھا' تو پھر اگلا سہی۔

ایک جھٹکے کے ساتھ بس اچانک رک جاتی ہے۔ میں نے کنڈکٹر کو تلاش کرنا چاہا ہے تاکہ اسے ٹکٹ کے پیسے دے دوں لیکن بس میں کوئی نہیں۔ کنڈکٹر نہ ڈرائیور۔

یہ ڈرائیور کہاں چلا گیا؟ میں نے بس سے اتر کے ڈرائیور کو تلاش کرنا چاہا ہے' لیکن بس' بیابان کی خاموشی کا محور ہے۔ جانے کون سی جگہ ہے؟

مجھے واپس چلنا چاہیے۔

میں خود بس سٹارٹ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

گھوں گھوں کی آواز آتی ہے' اور پھر خاموشی' انجن میں شاید کوئی خرابی پیدا ہو گئی۔ میں نے اتر کے بونٹ اٹھا کر انجن میں جھانکا ہے۔ پنکھے کے پٹے میں میرا سر پھنسا ہوا ہے' ماتھے پر لکھا ہے..... ڈرائیور۔

موم بتی روشن ہے۔

سب سے باہر نیلا حلقہ' پھر نارنجی' پھر پیلا اور وسط میں سیاہ تلک' شعلہ منجمد ہے۔ جانے کہاں سے ایک پروانہ یہ شعلہ چوری کرنے کے لئے آیا ہے۔ اس نے خاموشی سے غوطہ لگایا ہے' چور کا جال مشروم بن کر آسمان کو اٹھا ہے۔ وہ ایک اور آیا' ایک اور' اور موم مشروم کے ستونوں میں چنی گئی ہے اور ساتھ ہی منجمد نیلے نارنجی اور پیلے حلقے' لیکن سیاہ تلک پتھر ہے۔

میں اس پتھر کے آئینے میں محفوظ ہوں۔

بہت تیز قسم کی بدبو ہے۔ ایمونیا اور انتڑیوں کے باسی بی کولائی فضا پر محیط ہیں۔

گودام میں آ کر گوشت اور اناج کی زندگی اور موت گڈمڈ ہو گئی ہے۔ بی کولائی میں زندگی ہے اور ایمونیا میں بھی' اور یہ زندگی گودام کی موت..... فرش پر کاکروچوں کی لاتعداد فوجیں گامزن ہیں۔

یہ بدبو آ کہاں سے رہی ہے؟

چند کاکروچ اپنی صفیں چھوڑ کر مجھ پر حملہ آور ہو گئے ہیں۔ ان کے جسموں سے نکلی آریاں اور خاردار منہ میرے پیروں پر چل رہے ہیں۔ میرے پیروں کا درد سفر کرتا گھٹنوں تک آ گیا ہے۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

بول میری مچھلی کتنا پانی/

اب میرا آدھا نچلا دھڑ اپنی حسیات سمیت کاکروچوں میں منتقل ہو گیا ہے' ہرا سمندر' گوپی چندر'

بول میری مچھلی کتنا پانی۔

اتنا پانی

مجھے بے طرح ہنسی آ رہی ہے' آخر یہ کاکروچ چاہتے کیا ہیں؟

کیا کہیں یہ بدبو مجھ سے تو نہیں آ رہی؟

کتنا پانی

اتنا

میں وہ بدبو ہوں جو اس شخص کے اندر جذب ہو رہی ہے جو کاکروچوں پر ہنس رہا ہے یا وہ شخص ہوں جو اپنا سارا وجود اور حسیات واپس لینے کے لئے کاکروچوں کے پیر چاٹ رہا۔

میرے سینے سے تمغوں سے سجا' الٹی گری لاتعداد میخوں والا فل بوٹ اٹھا لو۔ مجھے سانس لینے میں تکلیف ہوتی ہے۔

خوردبینی خلیوں سے بنے چھوٹے چھوٹے چیتھڑے سات رنگوں کا ل سرچشمہ ہیں۔

دھنک پگھل کر سفید ہوئی ہے اور بہہ نکلی ہے اس سفید مادے کے پہلے قدم جمتے جاتے ہیں' دوسرے قدم اوپر سے پھسل کر پہلے بن جاتے ہیں اور سرخ ہو جاتے ہیں' سفید اور سرخ لہریں' پٹیاں' ایک کونے میں نیلے آسمان پر تارے' جمتے پھسلتے قدموں میں میرے قدم بھی ہیں اور میں نے بھی اس نیلے آسمان کے ٹکڑے پر اپنا ستارہ ٹانک دیا ہے۔

میں دریا پر پکنک منانے آیا تھا؟ پتا نہیں۔ میں تنہا رہ گیا ہوں اور دریا میرے گرد نیلی' سرخ' سفید لہروں میں گھوم کے دائرہ سا بن گیا ہے۔ قوس' سفید' سرخ اور سر پر نیلے آسمان میں ستارے..... پھن اٹھائے سانپ کی کنڈلی' جس میں قید ہو کر رہ گیا ہوں۔

میں اس رنگ دار کنڈلی کے وسط میں بیٹھا خوردبین سے ان رنگوں کے خلیوں سے فرار کی راہ ڈھونڈ رہا ہوں۔ ستاروں جڑے نیلے پھن کے نیچے خوردبین کی آنکھ سے لاتعداد آنکھیں گھورتی ہیں۔

ہر آنکھ میری آنکھ ہے'

میں کس راہ سے نکلوں؟

www.kitaabpoint.blogspot.com

دیکھو میں کونے کے سرے کا چنا ہوا اور قیمتی پتھر رکھتا ہوں۔

جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہ کونے کے سرے کا پتھر ہوا۔

یا ٹھیس لگنے کا پتھر جو ٹھوکریں کھانے کو راستوں پر آیا..... کیونکہ وہ نافرمان ہوئے۔ پتھروں پر میرا نام کندہ ہے اور میں نے ہی پتھروں کے تخت پر بیٹھے شخص کے ہاتھوں میں وہ کتاب دیکھی جو کہ اندر سے اور باہر سے لکھی ہوئی تھی اور جسے مہریں لگا کر بند کیا گیا تھا۔

کون ان مہروں کو توڑے گا؟

میں نہیں توڑوں گا۔

کون ان مہروں کو توڑے گا؟

میں ہی توڑوں گا۔

تب سے ان کے سروں میں ٹوٹتی مہروں کی آوازوں کے کنکھجوڑے رینگ رہے ہیں اور وہ بے بس ہیں۔

سیاہی مائل سبز رنگ پیروں کے راستے ٹانگوں میں سفر کرتا ہوا میری گردن تک آ پہنچا ہے۔

تار شارٹ سرکٹ ہو گئے ہیں اور بھک سے چمک کر میرے سر اور پیروں کے درمیان لکڑی کے جالوں پر لفظوں کو مصلوب دکھا گئے ہیں۔ لفظوں سے ٹپکتی بوندیں خاردار تاروں سے ٹپکتی ٹپکتی اٹک گئی ہیں۔ لاتعداد چیونٹیاں ان انکی' منجمد ہوتی بوندوں کا رس چوس کو لوٹتی ہیں اور راستے میں اس اور جاتی پیاسی چیونٹیوں کے کانوں میں سرگوشی کرتی ہیں اور کھلکھلاتی ہوئی آگے بڑھ جاتی ہیں۔

ان کھلکھلاہٹ سے میرے سر اور پیروں کے درمیان تنے لکڑی کے جالوں پر مصلوب لفظوں میں گدگدی ہوتی ہے۔

میرے جسم کے تین چوتھائی حصے سے' جو کہ پانی ہے' بلبلے فسی میں پھوٹ بہے ہیں۔ ان کے متعفن بھبکوں سے میرا سر چکرا رہا ہے۔ مجھے متلی ہو رہی ہے۔ میرا ایک ایک تار' تن رہا ہے۔

اس کے لفظوں کے آخری سانس کیوں ختم نہیں ہوتے؟

ایک لمحہ بس ایک لمحہ۔

یہ لمحہ پھیل کر ابدی ہو رہا ہے۔

اور مجھے لطف آنے لگا ہے۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

"یہ نالی میں اوندھا پڑا تھا۔"

یہ غلط کہتا ہے میں تازہ پھولوں کے تخت پر بیٹھا تھا۔

"یہ لاوارث ہے' ہم اسے آپ کے پاس لے آئے ہیں۔"

ہاہاہاہا' جاہل

"اس پر ٹیکے کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں نے اس کے لعاب دار گوشت کا خوردبینی معائنہ کیا ہے جو تصدیق کرتا ہے کہ اس کو پیروں کے انگوٹھوں سے لے کر گردن تک زہر باد ہو گیا ہے۔ اس کے سر کو بچانے کے لئے اسے جسم سے علیحدہ کرنا ضروری ہے۔"

"لیکن ڈاکٹر! مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔"

"نہیں تمہیں تکلیف ہے۔"

"نہیں۔ میں....."

"بے وقوف.....میں ڈاکٹر ہوں مجھے زیادہ علم ہے۔ تمہارے سر کو بچانے کے لئے اسے گلتے ہوئے بیمار جسم سے علیحدہ کرنا ازبس ضروری ہے۔

شکریہ جناب! تھینک یو سر۔ مائی لارڈ کہ آپ نے اس فیصلے پر اپنا قلم توڑ کر اس ہیچمدان کو سرفراز کیا۔

.....یوں قتل ہونے میں بڑی لذت ہے۔

◆◆◆

www.kitaabpoint.blogspot.com

چوراہا

یہ دو سڑکیں ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی آگے بڑھ گئی ہیں اور میں

اس نے بس سٹینڈ کے جنگلے سے اپنی کہنیاں ہٹائیں اور فٹ پاتھ پر بیٹھ گیا' اور میں' اچھا تو جس جگہ پر یہ سڑکیں ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی آگے بڑھ گئی ہیں ان سڑکوں کی دونوں طرف گڑھے ہیں اور یہ بیچارے فٹ پاتھ زمین کے چہرے پر اداس لکیریں۔ یہ بس کب آئے گی' دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا۔ میں سینما سے تانگہ پکڑ لیتا تو اچھا تھا۔ بس سٹینڈ تو ویران پڑا ہے۔

اس نے سر گھما کر دیکھا۔

یہ ابھی کون گزرا تھا؟

اس کی آنکھوں میں روشن سیاہ لپکا۔

لاحول ولاقوۃ۔ یہ تو میری سیاہ پلکوں پر کرن لرزی تھی۔ نہیں' یہاں کوئی نہیں اور بس نہیں آئے گی۔ لیکن سینما کا آخری شو دیکھنے والوں کی سہولت کے لئے رات کے وقت سپیشل بسیں بھی تو چلتی ہیں۔ پر جانے اس روٹ پر سپیشل بس چلتی بھی ہے یا نہیں۔

اس کی نظریں دونوں سڑکوں پر چلتی ہوئی عین درمیان میں آ کے رک گئیں۔ وہاں ٹریفک کے سپاہی کا چبوترہ تھا اور اس کے بالکل اوپر روشنی کا ہالہ'

یہ ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی چلی گئی ہیں۔ صلیب۔ یہ صلیب کا وہ حصہ ہے جہاں' نہیں نہیں۔

اس نے فوراً اپنی آنکھیں وہاں سے ہٹا لیں۔ اس کی نظریں چھپکلیوں کی طرح آہستہ آہستہ کھمبوں کی روشنی میں رینگنے لگیں۔

کوئی نہیں' کچھ نہیں' مجھے بھوک لگ رہی ہے۔

اور تاریکی میں ابھرتی اونچائیوں پر چڑھنے لگیں' کھڑکیوں میں اٹک اٹک کر روشن ہوتی نظریں۔

اندر کیا ہو رہا ہے۔ مجھے بھوک لگ رہی' لیکن میں تو ابھی ابھی سینما سے اپنا پیٹ بھر کر آیا ہوں۔ ہم کتنے ندیدے ہو جاتے ہیں بعض وقت۔

عمارتوں کی چھتوں سے پرے اس نے دیکھا' آسمان بالکل صاف تھا۔ تارے چمک رہے تھے۔ اتنے برہنہ کہ اس کی نگاہیں

www.kitaabpoint.blogspot.com

جھک گئیں۔

آخر میں یہاں کیوں بیٹھا ہوں' بھئی مجھے جانا جو ہے۔کہاں۔گھر اور کہاں۔اوہاں گھر' لیکن میرا گھر ہے کہاں۔

وہ اپنے سوال سے خود ہی پریشان ہو گیا۔اس نے چاروں طرف سے جواب ڈھونڈا۔اس کی نگاہیں فٹ پاتھ سے ذرا ہٹ کر پڑی کنکریوں کی ڈھیروں میں پھنس گئیں۔کنکریاں برہنہ ستاروں کا عکس تھیں۔

یہ ہر شے مجھے ننگی کیوں نظر آرہی ہے۔کیوں نہ آئے' میں لفظ کا صحیح استعمال جو کر رہا ہوں۔اپنی اصل میں ہر شے ننگی ہوتی ہے اور یہ لفظ ننگا بھی کتنا ننگا ہے۔اسے ہنسی آگئی..... میں نے لفظ کا کتنا خوبصورت جال بنا ہے..... اور پھر فوراً ہی اس کے حلق میں دفن ہو گئی ہنسی' فراٹے بھرتی کاروں سے اسے اندھا کرتی ہوئی نکل گئی تھی۔بالکل اس جگہ پر جہاں سپاہی کا چبوترہ تھا۔کار میں سے کسی نے جلتا ہوا پورا سگریٹ ہی پھینک دیا تھا' دیکھو سگریٹ بھی کیسا عین چبوترے کے اوپر آکے جما ہے جہاں سڑکیں ایک دوسرے کو کاٹتی آگے کو بڑھ گئی ہیں اور یہ صلیب کا وہ حصہ ہے جہاں کہ گردن کندھوں کے درمیان' وہ مسکراتا رہ گیا۔

کہیں گھڑیال نے ایک بجایا' ساڑھے بارہ ہوں گے۔نہیں۔ایک نہیں۔ڈیڑھ بجا ہے میری بلا سے۔میں نے تو وقت کی سرگوشی ہی سنی ہے۔جو ماضی کی ہوتی ہے نہ مستقبل کی بس ایک ساکت لمحہ ہوتا ہے جو بجتا ہی چلا جاتا ہے۔حیرت ہے' جو کچھ بھی بجا ہے گھڑیال کم بخت بجاتے ہی چلا جا رہا ہے۔لمحہ کھنچتا ہی چلا جا رہا ہے یا یہ بازگشت ہے کہ جس کا دائرہ کھنچ رہا ہے اور میں اس میں محصور ہو رہا ہوں۔گرفتار۔میں اٹھ کر چلا کیوں نہیں جاتا۔یہ لفظوں اور آوازوں کی سازش ہے۔

گھرر گھرر گھررررررررر

بھئی مجھے معلوم ہے کہ ابھی بس نہیں آئے گی۔شاید یہ اس کا روٹ بھی نہ ہو۔

ررررررررررر

اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ مجھے معلوم نہیں میرے گھر کو کون سی سڑک جاتی ہے۔

رررررررر

یا میں' میرا گھر ہے بھی یا نہیں۔

پاں' پاں' پانپ۔اس نے چونک کر دیکھا' پیلی چھت والی سیاہ کار جانے کب سے وہاں کھڑی تھی اور ڈرائیور شاید بے صبر ہو رہا تھا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

کبھی تو یہ ٹیکسی والے حرامی باپ کی نہیں سنتے۔

"صاحب ہم کیا کریں۔ مالک کہتا ہے اگر شام تک پچاس روپے نہ دیئے تو۔ صاب ایمپٹی پڑ جاتی ہے..... صاب ہم مجبور ہیں۔"

کون مجبور نہیں ہے۔ زمین کے ذرے ذرے سے لے کر آسمان ..... میں پھر بہکنے لگا ہوں۔ میں اس وقت بالکل مجبور نہیں ہوں۔ میں اس وقت بالکل مجبور نہیں ہوں۔ اگر چاہوں تو یہاں سے جا سکتا ہوں۔ پھر میں اٹھتا کیوں نہیں۔

"صاب چلے گا؟"

اور کبھی یہ ٹیکسی والے آپ کو کہیں نہ کہیں چھوڑنے پر بضد ہو جاتے ہیں۔

"صاب۔" ٹیکسی والے نے ٹیکسی کی کھڑکی سے پھر کہا۔

رات بالکل چپ تھی۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ ایک طرف کو ہٹ کر وہاں سے پانچویں کھمبے کے اندھیرے میں دو سائے آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ اس نے جانے کس خوف سے کانپ کر اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ آس پاس آدم نہ آدم زاد۔ اس ٹیکسی ڈرائیور کی نیت تو ٹھیک ہے۔ اس کی شکل تو دیکھو نیچے کو لٹکی ہوئی خوفناک مونچھیں اور آنکھوں میں سرخی' قاتلوں کی آنکھوں والی۔ ہو سکتا ہے' ہو سکتا ہے یہ یہ قاتل ہو اور اور میں اکیلا ہوں۔ کہیں یہ' کہیں یہ مجھے.....

"کیوں صاب؟"

اس نے فوراً ڈرائیور کے چہرے سے نظریں ہٹا لیں اور حلق میں زور زور سے دھڑکتے دل کو نگل کر پرے دیکھنے لگا۔

"تو وڑو۔"

ٹیکسی ڈرائیور نے غصے سے گیر لگایا اور ہوا ہو گیا۔ اس نے دور تاریکی میں ڈوبتی کار کی سرخ بتیاں دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا۔

بھلا اس میں ڈرنے کی کیا بات تھی۔ وہ مجھے قتل کیوں کرتا۔ میری جیب میں اس وقت فقط دو روپے ہیں اگر وہ مجھ سے مانگتا تو میں یہ دو روپے دے دیتا۔ اسے چھیننے کی بھی ضرورت پیش نہ آتی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دو روپے دیکھ کر غصے میں آ جاتا اور اسی غصے میں مجھے مار دیتا۔ انسان کا کیا پتا۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میری جیب میں صرف دو روپے دیکھ کر وہ مجھ سے پوچھتا مجھے پیسوں کی ضرورت تو نہیں' اور مجھے فی سبیل اللہ کچھ رقم تھمانے کی کوشش کرتا۔ وہ اپنی اس معصوم خیالی پر خود ہی مسکرا دیا' ناممکن۔ انسان اتنا فی سبیل اللہ نہیں ہو سکتا کہ صدیاں کے ارتقا' تہذیب' تمدن' فلسفے' مذہب' سائنس اور ٹیکنالوجی کے باوجود اس کی بنیادیات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی' خود

www.kitaabpoint.blogspot.com

غرض کمینہ اسی طرح ہے۔ صرف عمل ردعمل کے درمیان کے وقفے یعنی لے ٹینٹ پیریڈ میں فرق ضرور پڑا ہے کہ طویل ہوگیا ہے۔ وہ بھی اس لئے کہ انسانی عقل مصلحت پسندی کو..... لعنت بھیجو میں کس بک بکیے میں پڑ گیا ہوں۔ ہوگا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم بعض اوقات ایک دوسرے سے یونہی خوفزدہ ہو جاتے ہیں ٹیکسی ڈرائیور نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ تو ڑو۔ لیکن میں خوفزدہ نہیں ہوں۔ اگر ہوتا تو اس وقت یوں ساری دنیا میں تنہا یہاں نہ بیٹھا ہوتا۔

سڑک کے کنارے ایک کتا کسی گہری سوچ میں ڈوبا خراماں خراماں اس کی طرف چلا آرہا تھا۔ اس نے فٹ پاتھ کے کنارے سے ایک پتھر چن کر اٹھایا اور پوری قوت سے کتے کی طرف پھینکا۔ پتھر سڑک کے کنارے سے ٹکرا کر دوسری سمت کو اڑ گیا اور ساتھ ہی اس کی نظریں بھی اچھا تو یہاں یہ کنکریاں پتھر اس لئے پڑے ہیں کہ ایک نئی..... نہیں یہ ضروری تو نہیں کہ نئی سڑک بن رہی ہو اور پھر یہاں جگہ کہاں ہے۔ سڑک کی تاریکی میں اور کوئی راستہ نظر تو آتا نہیں۔ شاید یہ سامنے عمارتوں کے درمیان خلا ہے شاید نہیں کچھ نظر یں نہیں آتا۔

اگر چہ کتے کو پتھر نہیں لگا تھا پھر بھی وہ دم دبا کر چیختا چلاتا ہوا بھاگ گیا تھا۔ وہ مسکرایا ہنہ سالا یونہی چیخ رہا ہے۔ یہ بھی مدافعت کا طریقہ ہے۔ اس نے اپنی جیب سے سگریٹ کی ڈبیا نکال لی..... یا اپنے ساتھیوں کو پکار رہا ہے۔ ہی ہی ہی یہ میری اپنی ہنسی کی آواز ہے جو کتے کی چیخوں سے ابھری ہے۔ آواز سے آواز نکلی ہے۔ اگر ٹیکسی والے کے جانے کے بعد یہ آواز نہ نکلتی تو گھڑیال کی بازگشت کبھی مجھے اپنے دائرے سے حلقے سے لیکن لیکن بازگشت کا حلقہ تو میرے گرد اور بھی تنگ ہوگیا ہے۔ حلقے کی سامنے کی دیوار ساکت ہیں اور پچھلی دیوار میری پشت کے ساتھ لگ کر اس جگہ کی طرف دھکیل رہی ہے۔ جہاں جہاں..... اس نے اپنی جیبوں میں ماچس ڈھونڈی اور پھر مایوسی میں سگریٹ کی ڈبیا جیب میں ڈالتے ہوئے سپاہی کے چبوترے کی طرف دیکھا سگریٹ ابھی سلگ رہا ہے۔ نہیں نہیں۔ میں اس سگریٹ سے اپنا سگریٹ کبھی نہیں سلگاؤں گا۔ او خدایا میں اب اس طرف نہیں دیکھوں گا۔ میں اس جگہ کے کس قدر قریب آگیا ہوں جہاں سر ایک طرف کو یوں لٹک جاتا ہے جیسے..... افوہ میں یہاں سے اٹھ کیوں نہیں جاتا۔ لیکن یہاں سے کیوں جاؤں میں۔ یہ میرا شہر ہے یہ میرا گھر ہے نہیں۔ گھر نہیں رہائش گاہ۔

"گھر"

یہ لفظ میں نے بلند آواز میں کہا ہے۔ یونہی۔ اچھا لگتا ہے مجھے یہ لفظ اپنی زبان سے ادا کرتے ہوئے۔ یہ میرے غم کی آواز ہے یہ لفظ اس لفظ کی ادائیگی میرا دکھ ہے۔ میں احمق بچہ ہوں۔ میں نے اپنے ٹوٹے ہوئے کھلونے سے اپنا دکھ وابستہ کیا ہے اور اب یہ گھر

www.kitaabpoint.blogspot.com

ثقیل لفظوں میں کتنی آسانی سے انتقال کر گیا ہے..... رہائش گاہ۔

میرا شہر

نہیں میں اس طرف نہیں دیکھوں گا۔

میرا شہر میں ہوں اور میرے پیچھے سادہ کپڑوں میں خفیہ پولیس ہے جو انچ انچ پر میری بولے رہی ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں میں رو بھی نہیں سکتا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہیں وہ میرے ماتھے پر لیبل چسپاں نہ کر دیں۔ شین' ہ اور رے' ان تین کانٹوں کا تاج میں نے سر پر رکھنے کے بجائے اپنی بغل میں چھپا رکھا ہے جسے برآمد کرنے کیلئے وہ شلواروں میں چوہے چھوڑ کر پائنچے باندھ دیتے ہیں اور پلاس سے ناخن کھینچتے ہیں اور سینے پر برف کی سل رکھ کر اوپر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اوہ' افوہ' مجھے سانس' سانس کیوں نہیں آ رہا۔ نیون روشنیاں جگمگاتی ہیں۔ تاریک چوکھٹوں میں فریم شدہ رانوں کے درمیان دم توڑ دیتی ہیں۔ شام آئی' رات آئی اور بھنگی چرسی افیمی شرابی کاکروچوں کی طرح اندھیروں میں نکلتے ہیں اور روشنی میں آتے ہی گم ہو جاتے ہیں لوگ' اتنے سارے لوگ' سب کے سب اپنے اپنے ہونٹ چوستے ہوئے رونے کی کوشش کرتے ہیں اور ناکام ہو کر تنہا سرد بستروں میں جا کر اپنی دل پسند ایکٹریسوں کے ہیولوں سے اپنے جسم گرم کرتے ہیں۔

اوخدایا' میرے خدا' یہ تین کانٹوں کا تاج' میرا شہر' شین۔ ہ رے اور میرا دم گھٹ رہا ہے۔

میری آنکھوں کے سامنے یہ تاج نوجوان چہرے کی ہڈیوں میں پگھل گیا ہے۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے' گالوں پر فٹ پاتھ لکیریں اور منہ میں بھوکی چپ کا پتھر' اگر میں نے منہ سے کوئی لفظ نکالا تو یہ پتھر ہر سر کو پھوڑ دے گا۔ لیکن میں سقراط نہیں ہوں اور میرا دل اس وقت تک صاف خون پمپ نہیں کرے گا' جب تک میرے سیلز مین مجھے سڑکوں پر' چوراہوں میں نیلام کرنا نہیں چھوڑتے۔ حرامیوں نے مجھے بواسیر کر دی ہے۔

لاحول ولا' اتنی لمبی سوچ۔ یوں اپنے آپ سے باتیں کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ اگر سوچ کے لفظ آواز میں ڈھل جائیں تو انسان اپنے آپ کو پاگل پاگل سمجھنے لگتا ہے۔ اب میں کچھ نہیں سوچوں گا۔ ہوں' تو وہاں..... اونہوں' جب بھی میری آنکھیں سپاہی کے چبوترے پر پہنچتی ہیں تو میرے ذہن کو کون سی نظریں دے دیتی ہیں اور یہ کان میرے خیالوں کی آواز کو گھڑیال کی بازگشت کے دانتوں میں کیوں دے دیتے ہیں۔

اس نے فٹ پاتھ پر بیٹھے بیٹھے سر کے جھٹکے سے اپنے ہر خیال کو ساتھ والے مین ہول کی طرف پھینک دیا' جاؤ سالو گٹر میں اور

www.kitaabpoint.blogspot.com

مجھے خوش رہنے دو۔

اس کا ہاتھ غیر ارادی طور پر سگریٹ نکالنے کے لئے پھر جیب میں چلا گیا۔ اس کی آنکھیں پھر اس جگہ کی طرف اٹھ گئیں جہاں یہ یہ کک' یہ کیا؟ چبوترے پر سگریٹ ابھی تک سلگ رہا ہے؟ اور اور یہ سگریٹ کے گرد چہرے کا خاکہ کس نے بنایا ہے ایک طرف کو جھکا ہوا سر' جیسے ..... یہ خاکہ کیا میری نظریں وہاں بنا رہی ہیں یا پہلے ہی سے ..... آں ہاں' کسی لفنگر بچے نے سکول سے واپس آتے ہوئے' کلاس روم سے چرائے ہوئے چاک سے دیوار پر گالی نہ لکھی تو ٹریفک کے سپاہی کے چبوترے پر چہرہ بنا دیا۔ اس کے ہونٹ مسکراہٹ میں پھیل گئے' ہاں۔ تو میں پھر کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔ نہیں۔ میں کچھ نہیں سوچوں گا۔ میں نے ابھی تو اپنے آپ کے ساتھ وعدہ کیا ہے۔

دور وہی دو سائے بجلی کے کھمبے کی تاریک سے نکل کر اب آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ دو ایک بار پہلے بھی اس کی حدنگاہ میں آئے تھے۔ لیکن خدا معلوم اس نے ان پر غور نہیں کیا تھا' بالکل ایسے ہی جیسے آج کی فلم میں ہیروئن نے کپڑے اتارے تھے تو اسے انگیا میں پھنسی چھاتیوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ اسے ان سایوں کے قدموں کی چاپ سنائی دی تھی؟ لیکن اس کی تو اس منظر کی بیک گراؤنڈ موسیقی پر بھی توجہ نہیں گئی تھی۔

نہیں' میں کچھ نہیں سوچوں گا' اس نے سوچا' میں سخت بور ہو گیا ہوں۔ یہاں بیٹھے بیٹھے بیزار ہو گیا ہوں۔ میں چاہتا تو نہیں لیکن مجھے ہر رات کی طرح ان ایک دوسرے کو کاٹتی ہوئی سڑکوں ہی میں سے کسی ایک پر چل کر گھر کو تلاش کرنا ہو گا۔ مجھے اب اٹھنا چاہئے۔ لیکن' لیکن یہ وقت کا حلقہ مجھے نکلنے بھی دے۔ مجھے سگریٹ کی سخت طلب ہے۔ میری جیب میں ماچس نہیں۔ اب مجھے چبوترے پر پڑے سگریٹ سے اپنا سگریٹ سلگا لینا چاہئے' ہو سکتا ہے وہ سگریٹ..... ابھی تک اس میں چنگاری ہو۔ اوہ' نہیں' یہ یہ چاک سے بنے چہرے کا خاکہ وہاں کیوں روشن ہو گیا۔

اس نے وہاں سے اپنی نظریں ہٹانا چاہیں پر جیسے وہ روشن خاکے کی روشنی کا حصہ بن چکی تھی۔ گھڑیال کی بازگشت کے حلقے کی آواز اسے پچھلی دیوار سے اور بھی تیزی سے دھکیلنے لگی۔ اس نے فٹ پاتھ پر پڑا ایک بڑا سا پتھر اٹھایا' میں اسے کچل دوں گا اس چہرے' اس خاکے کی روشن لکیروں کو ریزہ ریزہ کر دوں گا۔..... اور فٹ پاتھ سے اٹھ کر بڑی تیزی کے ساتھ ٹریفک کے سپاہی کے چبوترے کی طرف بڑھا۔

چبوترے پر چڑھتے ہی اس کے ہاتھ سے پتھر چھوٹ کر چبوترے پر جا پڑا۔ وہ چیخا۔

www.kitaabpoint.blogspot.com

''روشنی۔''

روشنی اتنی روشنی میں میں اندھا کیوں ہو گیا ہوں۔

''روشنی۔'' اس نے پھر چیخ کر کہا۔ اور اپنے ہاتھوں کو جوڑ کر دیکھا۔

''روشنی۔'' اس نے اپنے جڑے ہاتھوں کے کشکول کو آسمان کے رخ بلند کر دیا۔

تم نے مجھ سے سب کچھ چھین لیا۔ کیوں؟ کیوں چھین لیا؟ کہ میں بستر میں سکون کا ایک سانس بھی نہیں لے سکتا۔ اب میں بینائی کو کھو کر کھردری سڑکوں کی اس صلیب پر..... ایک طرف کو جھکے سر کو ٹٹول رہا ہوں۔ میرے دماغ' میرے دل' میرے ہاتھوں کو دیکھو۔ مجھے اپنا ہاتھ دے دو اور مجھے میرے گھر لے جاؤ۔ محفوظ جگہ لے جاؤ۔ میرے سر پر تین کانٹوں کا تاج ہے۔ میرا شہر۔ میں بہت تھک گیا ہوں۔ تنگ آ گیا ہوں۔

اس کی نظریں آسمان میں گڑی تھیں۔ اس کے چہرے پر کرب تھا'

مجھے اپنا ہاتھ پکڑاؤ۔ میرا ہاتھ تھام لو..... نہیں؟ اچھا!

اس کا چہرہ یک لخت درشت ہو گیا اور اس نے اپنے ہاتھ گرا دیئے'

نہیں' تو نہ سہی۔

اس نے بڑے غصے میں اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔

تم اوپر کیوں اٹھتے تھے۔ کیوں؟ کیوں؟ تمہیں یوں خالی واپس آنے کا کوئی حق نہیں۔ اس نے چبوترے پر پڑا پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کو چبوترے پر رکھ کر زور زور سے پتھر مارنے لگا۔

میں اب کیل ٹھوک کر تمہیں یہاں لٹکا دوں گا' غدار......

اس کے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا۔

''اوئے باؤ..... یہ کیا کر رہے ہو؟''

اس نے سر اٹھا کر خالی آنکھوں سے دیکھا' وہی دو آدمی کھڑے تھے جو کچھ دیر پہلے کھمبے کے اندھیرے میں سمائے تھے۔

''سن مسٹر۔ یہ چوک ہے چوک۔'' ''یہ چوراہا ہے۔ صلیب نہیں؟

''اور پہلے تو تم نے اس چبوترے پر چڑھ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ بتی اتارنے کی کوشش کی.....''

www.kitaabpoint.blogspot.com

"جی..... یہ اوپر والی بتی؟ سیڑھی کے بغیر تو وہاں ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور پھر میں نے کرنٹ کھانا تھا۔" اس نے حیرانی سے کہا۔

"پھر تم یہ چبوترہ توڑنے لگے۔"

"چبوترہ؟"

تو یہ وہ جگہ نہیں جہاں لکڑی کا ایک تختہ دوسرے کو افقی انداز میں نوے درجے کے زاویے پر کاٹتا ہوا صلیب' نہیں' چوراہا بناتا ہے؟

"کون ہو باؤ؟"

"میں....." اس کی سمجھ میں نہ آیا' وہ دونوں کیا کہہ رہے ہیں۔

"شرابی معلوم ہوتا ہے۔"

"بو تو نہیں آ رہی۔" دوسرے نے اس کا منہ سونگھا۔

"بو کا آنا ضروری نہیں ہوتا۔" پہلے نے اس کے ساتھی کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے ٹہوکا دیا اور وہ فوراً سمجھ گیا۔

"ہاں ہاں۔ بالکل۔ ایک دم شرابی۔ چلو باؤ ذرا ہمارے ساتھ تھانے تک۔" اب اسے ان دونوں کی وردی نظر آئی۔

"سنتری جی میں..... میں شریف شہری ہوں۔ میں۔"

"شریف شہری رات کے پونے دو بجے شراب پی کر سڑک پر ٹکریں نہیں مارتے غل غپاڑہ نہیں کرتے۔"

"چلتے ہو تھانے یا....."

"مگر جناب..... سر..... حضور والا۔"

"اوئے ہم نے ابھی ابھی خود تمہیں دیکھا ہے۔ پہلے تم فٹ پاتھ پر بیٹھے تھے پھر ڈولتے ہوئے اٹھے اور اس چبوترے....."

"خدا رسول کی قسم میں پیے ہوئے نہیں"

"اوئے شرابی زبان سے خدا رسول کا نام نہ لے۔"

"یہ یہ دیکھو۔ میں تو سینما دیکھ کر آ رہا ہوں۔ یہ یہ رہا ٹکٹ۔"

اس نے جیبوں میں ٹکٹ تلاش کرنا چاہا' وہ دونوں ہنسے۔

"ٹکٹ ہو تو نکلے باؤ۔"

www.kitaabpoint.blogspot.com

''میں' میں سینما۔ وہ انگریزی۔ انگریزی فلم..... وہ جس میں ہیروئن کپڑے اتارتی ہے۔''

دیکھا! مجھے یقین ہے اس نے چڑھا رکھی ہے۔''

''قسم..... سچ سنتری جی میں۔''

''کہاں رہتے ہو.....؟''

''سوچنے کیا لگ گئے ہو..... تمہارے گھر کا پوچھ رہے ہیں۔''

''گھر؟ گھر! میرا گھر نہیں ہے۔ یہیں کہیں۔''

وہ دونوں بے طرح ہنسے۔ بہت ہی..... پولیسیانہ ہنسی۔

''تو تم اس وقت اپنے گھر میں کیوں نہیں۔''

''میری مرضی۔ نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ گھر میں..... گھر میں سب کی آپس میں لڑائی ہے۔ میرا وہاں دم گھٹتا ہے وہ مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔ اور جب وہ لڑ جھگڑ کر تھک کے سو جاتے ہیں تو میں.....''

''چلو جی۔ بکتا ہے ماں کا یار۔'' ایک نے اسے بازو سے پکڑ لیا۔

غصہ اس کے کانوں میں سنسنا گیا۔ اسے انہیں گالی دینے کا کوئی حق نہیں۔ میں' میں انہیں

لیکن وہ غصے میں اپنا بازو ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے چھڑانے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکا۔ مبادا بات کہیں بڑھ جائے۔

''باؤ کیا کرتے ہو؟'' دوسرا ذرا نرم ہو گیا۔

''کام کی تلاش' تم سمجھو گے نہیں۔''

''ہم سب سمجھتے ہیں۔''

''بالکل بالکل۔ آپ لوگ تو سب سمجھتے ہیں۔ لیکن اس وقت میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں اپنے گھر کیسے پہنچوں۔ جب میں کسی بھی راستے سے گھر جانے کی کوشش کرتا ہوں تو ہر پھر کے اس رہائش گاہ میں پہنچ جاتا ہوں جہاں.....''

''اچھا چلو۔'' ایک سپاہی نے دوسرے کو انگلی گھما کر اشارہ کیا کہ اس کے سر میں پیچ ہے۔ ''چھوڑ اس بک بک کو۔ بتاؤ تمہاری جیب میں کیا ہے۔''

دونوں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ اس نے چپ چاپ آہستہ آہستہ تمام جیبیں الٹا دیں جیسے انہیں رضا کارانہ طور

www.kitaabpoint.blogspot.com

پر تلاشی دے رہا ہے۔ آخری جیب سے سگریٹ کا نصف پیکٹ نکال کر دوسرے ہاتھ میں تھام لیا پھر جیب الٹاتے ہوئے دو روپے نکال کر ان کے حوالے کر دیئے۔ ان میں سے ایک نے پیروں کو دیکھا کہ بوٹ جرابیں پہنی ہوں تو ان کی بھی تلاشی ہو جائے لیکن اس کے پیر قینچی چپلوں میں ننگے تھے۔ دوسرے نے اس کے ہاتھ سے سگریٹ کا پیکٹ بھی لے لیا۔ تب وہ دونوں مطمئن مسکراتے ہوئے مزید کچھ کہے بغیر چلے گئے۔

اس نے انہیں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا' ان میں سے ایک کے ہاتھ میں اس کے آخری دو روپے تھے۔ اور دوسرے کے ہاتھ میں اس کے آخری سگریٹ۔ اب وہ بالکل خالی جیب خالی ہاتھ رہ گیا ہے۔

خالی ہاتھوں کا خیال آتے ہی اسے اپنا ایک ہاتھ گیلا سا محسوس ہوا اس نے اپنا ہاتھ دیکھا' خون رس رہا تھا۔ جانے کیوں اس نے خون کو سونگھا پھر چکھا۔

خون میں بو تو ہوتی نہیں البتہ ذائقہ برا نہیں۔ اس نے اپنے سر کو جھٹکا' مجھے کیا ہو گیا تھا؟ کیا ہو جاتا ہے؟ ہوں؟ وہ گھڑیال' گھڑیال کی بازگشت کہاں گئی؟ دورہ تھا؟ ہذیان تھا؟ گھر والے شاید ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ میں کچھ کچھ پاگل ہوتا جا رہا ہوں۔ خواہ مخواہ ڈر کے پیسے اور سگریٹ ان کے حوالے کر دیئے۔

وہ یک دم تھک ٹوٹ کر اتنا نڈھال ہو گیا تھا کہ اسے فوراً سگریٹ کی طلب ہوئی۔ اس کی نگاہیں غیر ارادی طور سے اس کی ٹانگ کے ساتھ لگے چبوترے پر آ گئیں۔

چوراہے کے عین وسط میں جلتی بجھتی ٹریفک لائٹ کے نیچے چبوترے پر وہ ادھ جلا سگریٹ اب بجھ گیا تھا جسے کسی نے جاتی کار سے پھینکا تھا۔ وہ تھکاوٹ میں نڈھال اس سگریٹ کو اٹھانے کے لئے اتنا جھک گیا کہ جھکتا ہی چلا گیا۔

''اب سجدہ کر رہے ہو بادشاہو۔''

دور سے ان دونوں میں سے ایک نے آوازہ کسا۔

وہ سگریٹ اٹھا کے مسکرا دیا۔

اس نے ادھ جلے سگریٹ کو کان اڑکا کے زخمی ہاتھ کو میلے کچیلے رومال میں لپیٹا اور اس طرف دیکھا جہاں ملگجا سا اندھیرا تھا۔ جہاں ابھی چند لمحے پہلے اس کا خیال تھا کہ یہ کنکریاں' روڑی اس لئے پڑی ہے کہ نئی سڑک تعمیر ہو گی۔

رات تو اپنی ہے ہی' چلو یہ راستہ دریافت کریں' شاید گھر تک.....

◆◆◆